جلد 24 شمارہ 5 ماہ جون 2022ء ذیقعد 1443ھ

سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا تعارف اور اغراض ومقاصد

- سلسلہ عالیہ توحیدیہ ایک روحانی تحریک ہے جس کا مقصد کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ کے مطابق خالص توحید، اتباع رسول، کثرت ذکر مکارم اخلاق اور خدمت خلق پر مشتمل حقیقی اسلامی تصوف کی تعلیم کو فروغ دینا ہے۔
- کشف وکرامات کی بجائے اللہ تعالیٰ کے قرب وعرفان اور اس کی رضا ولقاء کے حصول کو مقصود حیات بنانے کا ذوق بیدار کرنا ہے۔
- حضور ﷺ کے اصحاب کی پیروی میں تمام فرائض منصبی اور حقوق العباد ادا کرتے ہوئے روحانی کمالات حاصل کرنے کے طریقہ کی ترویج ہے۔
- موجودہ زمانے کی مشغول زندگی کے تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے نہایت مختصر اور سہل العمل اوراد واذکار کی تلقین۔
- غصہ اور نفرت، حسد وبغض، تجسّس وغیبت اور ہوا وہوس جیسی برائیوں کو ترک کر کے قطع ماسواء اللہ، تسلیم ورضا عالمگیر محبّت اور صداقت اختیار کرنے کو ریاضت اور مجاہدے کی بنیاد بنانا ہے۔
- فرقہ واریت، مسلکی اختلافات اور لاحاصل بحثوں سے نجات دلانا۔ تزکیہ نفس اور تصفیہ قلب کی اہمیت کا احساس پیدا کر کے اپنی ذات، اہل وعیال اور احباب کی اصلاح کی فکر بیدار کرنا ہے۔
- اللہ تعالی کی رضا اس کے رسول ﷺ کی خوشنودی اور ملت اسلامیہ کی بہتری کی نیت سے دعوت الی اللہ اور اصلاح وخدمت کے کام کو آگے بڑھانا اپنے مسلمان بھائیوں کے دلوں میں قلبی فیض کے ذریعے اللہ تعالی کی محبّت بیدار کرنا اور روحانی توجہ سے ان کے اخلاق کی اصلاح کرنا ہے۔

ماہنامہ

فلاحِ آدمیت

گوجرانوالہ

عالمگیر محبت اور بنی نوع انسان کی اصلاح و فلاح کا علمبردار

بیاد
خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ
بانی سلسلہ

محمد صدیق ڈارؒ
بانی مجلّہ فلاح آدمیت

نگران و سرپرست اعلیٰ: جناب محمد یعقوب توحیدی
شیخ سلسلہ عالیہ توحیدیہ
0344-9000042

مجلس ادارت

مدیر: احمد رضا خان 0321-6400942

معاون مدیر: شہزاد محمود بخاری 0301-7430525

نائب مدیر: سید رحمت اللہ شاہ 0333-4552212

خالد مسعود، وحید احمد پیر خان
حافظ محمد یٰسین، عبدالقیوم ہاشمی
پروفیسر محمد شبیر شاہد ہوتوانی
ماجد محمود توحیدی

ترسیل: فہد محمود ، محمد ریاض

شیخ سلسلہ و مدیر سے رابطہ
مرکز تعمیر ملت (ڈاکخانہ سیکنڈری بورڈ) وحید کالونی کوٹ شاہاں گوجرانوالہ
ای میل: info@tauheediyah.com Ph: 055-3411030
Website www.tauheediyah.com

پبلشر عامر رشید انصاری نے معراج دین پرنٹرز مچھلی منڈی لاہور سے چھپوا کر مرکز تعمیر ملت، جی ٹی روڈ گوجرانوالہ سے شائع کیا

قیمت شمارہ -/30 روپے — سالانہ فنڈ -/300 روپے

اس شمارے میں

انسان کی تخلیق کا مقصد

(قبلہ محمد صدیق ڈار توحیدیؒ)

اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے انسان کو مسجود ملائکہ اور اشرف المخلوقات بنایا تو اس کے ذمے یقیناً کوئی ایسا کٹھن کام بھی لگایا ہوگا جو کسی دوسری مخلوق کے بس میں نہیں تھا۔ اس مقدس اور عظیم مہم کو سر کرنے کیلئے جو صلاحیتیں درکار تھیں وہ بھی اس علیم وخبیر مالک نے اسے عطا فرما دیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسانی مقصودِ حیات کی اہمیت کے پیشِ نظر اولادِ آدم سے کچھ عہد و پیمان عالم ارواح میں لے لئے تھے۔ اس ازلی مشن کی تکمیل کی راہ میں کیا کیا رکاوٹیں پیش آتی ہیں اور ہم اس کے حصول میں کس طرح کامیاب ہوسکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو کائنات میں اس کی اہمیت جتلانے اور اسے اس کی زندگی کے مقصد سے آگاہ کرنے کیلئے قرآن کریم میں ارشاد فرمایا:

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِo (الذاریات:55)

"میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں"۔

بعض مفسرین کے نزدیک یہاں بندگی یا عبادت سے مراد اللہ تعالیٰ کے اوامر ونواہی کی پابندی ہے۔ لیکن کچھ صحابہ کرام اور متاخرین کا کہنا ہے کہ لِيَعْبُدُوْنِ سے مقصود لِيَعْرِفُوْنِ یعنی اللہ تعالیٰ کی پہچان حاصل کرنا ہے اور حقیقی عبادت یہ ہے کہ انسان اللہ تعالیٰ سے بھرپور محبت کرتے ہوئے اس کی معرفت وقربت اور رضا ولقاء حاصل کرنے میں کامیاب ہوجائے۔ اس طرزِ حیات کا نام ہی صراط مستقیم ہے اور قرآن کریم اس کی تصدیق ان الفاظ میں کرتا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ رَبِّی وَرَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْہُ ، ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌo (آلِ عمران ۔51)

"بے شک اللہ میرا ربّ ہے اور تمہارا ربّ بھی وہی ہے۔اسی کی بندگی کرو یہی ہے صراطِ مستقیم"۔

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنا ہی وہ سیدھا راستہ ہے جو بندے کو اللہ تعالیٰ تک پہنچاتا ہے۔اللہ کی بندگی کی روح اس کی محبت اور معرفت ہے کیونکہ عبادت سے مراد اگر احکام کی اطاعت لی جائے تو پھر یہ جنوں اور انسانوں کیلئے کیونکر خاص ٹھہری۔ اس میں تو ہر مخلوق شامل ہے کیونکہ کائنات کی ہر چیز اپنے اپنے شعور کے مطابق اپنے خالق کو پہچانتی، اس کی تسبیح کرتی اور اس کی اطاعت میں لگی ہوئی ہے۔ چنانچہ قرآن کریم میں ارشاد ہوا ہے:

یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ (الجمعہ: 1)

"جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے"۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُسَبِّحُ لَہٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّیْرُ صٰٓفّٰتٍ کُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَہٗ وَتَسْبِیْحَہٗ وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ بِمَا یَفْعَلُوْنَo (النور۔41)

"کیا آپ نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے جانور بھی۔ سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں وہ اللہ کو معلوم ہے"۔

وَالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ یَسْجُدٰنِo(الرحمن:6)

"اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کررہے ہیں"۔

ان آیات میں انسانوں کے علاوہ دوسری مخلوق کی تسبیح، سجدہ اور صلوٰۃ کا ذکر کیا گیا ہے

اوران کی اطاعت کا یہ حال ہے کہ کائنات کا ذرّہ ذرّہ اپنا اپنا فرض اس طرح ادا کر رہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے سرمو انحراف نہیں کرتا۔یہ ہے زور آور اور زبردست اللہ کی تقدیر جس کا نباتات و جمادات کو پابند کر دیا گیا ہے۔لیکن وہ ہمہ تن اور ہمہ وقت خالق سماوات وارض کی بے خطا اطاعت میں مصروف رہنے کے باوجود بھی اس کی محبت کی نعمت سے محروم ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ کی محبت کی خلعت فاخرہ حضرت انسان کے وجود کے سوا کسی دوسری مخلوق پر سج ہی نہ سکی۔اللہ رحیم وودود نے صرف انسانوں کیلئے فرمایا ہے:

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ (المائدہ:54) ''کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے اور وہ اللہ سے محبت کرتے ہیں''اس سے معلوم ہوا کہ انسان سے جس بندگی کا تقاضا کیا گیا ہے اس سے مراد معرفت اور محبت سے خالی مشینی قسم کی اطاعت ہرگز نہیں ہے۔علامہ اقبالؒ فرماتے ہیں۔

تقدیر کے پابند ہیں نباتات و جمادات
مومن فقط احکامِ الٰہی کا ہے پابند

عرض امانت: بندگی کی اس حقیقت کو مزید واضح کرنے کے لئے سورت الاحزاب کی آخری دو آیتوں کا بغور مطالعہ بہت ضروری ہے جن میں ایک خاص امانت کا ذکر کیا گیا ہے جسے حضرت انسان نے قبول کیا۔اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

''ہم نے امانت آسمانوں اور زمین اور پہاڑوں کو دکھائی تو انہوں نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھائیں اور اس سے ڈر گئے۔اور انسان نے اس کو اٹھالیا۔بے شک وہ ظالم اور جاہل تھا۔تاکہ اللہ منافق مردوں اور منافق عورتوں اور مشرک مردوں اور مشرک عورتوں کو عذاب دے اور اللہ مومن مردوں اور مومن عورتوں پر مہربانی فرمائے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے''۔

(الاحزاب72تا73)

ان آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ آسمانوں،زمین اور پہاڑوں نے اس امانت کو دیکھا تو اس کی بھاری ذمہ داری کو قبول نہ کیا اور نا کامی کی صورت میں جو سزا ملنی تھی اس سے ڈر گئے ۔قرآن کریم کے ان الفاظ سے ہی یہ امر واضح ہو جاتا ہے کہ معاملہ احکام کی اطاعت کا نہ تھا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی کتاب میں کئی مقامات پر یہ حقیقت بیان کی گئی ہے کہ آسمانوں اور زمین میں حکمرانی صرف اللہ تعالیٰ کی ہے اور یہ بھی کہ ہر چیز خوشی کے ساتھ اس کی تابع فرمان ہے تو پھر امانت کو نا لنے اور اس سے ڈرنے کی کیا بات تھی ۔اس سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ اصل مسئلہ اپنے اعمال کیلئے ذمہ دار ٹھہرائے جانے اور اللہ تعالیٰ کی محبت کو کمال تک پہنچانے کے کٹھن امتحان کا تھا اور جو بھی مخلوق اس چیلنج کو قبول کرتی اسے اس کے اعمال کے لئے ذمہ دار قرار دے کر جزا و سزا کا مستحق قرار دیا جانا تھا۔اس جرأت آزما ذمہ داری اور امتحان سے پنجہ آزمائی کے لئے کوئی آگے نہ بڑھا لیکن حضرتِ انسان جسے اللہ تعالیٰ نے پیدا ہی اپنی محبت اور زمین کی خلافت سنبھالنے کے لئے کیا تھا وہ مصائب کو خاطر میں نہ لاتے ہوئے اور انجام سے بے خطر شہادت گاہ الفت میں کود پڑا اور ظالم و جاہل کہلایا ۔علامہ اقبالؒ شکوہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

سختیاں کرتا ہوں دل پر غیر سے غافل ہوں میں
ہائے کیا اچھی کہی ،ظالم ہوں میں جاہل ہوں میں

ظالم و جاہل اس لئے فرمایا کہ انسان کے اس فیصلے سے زندگی اس کے لئے ایک کٹھن آزمائش کی حیثیت اختیار کر گئی ہے ۔اب جو لوگ محبت کی امانت کو اس کے اصل مالک اللہ تعالیٰ کے لئے وقف کر کے اس کی حفاظت نہیں کریں گے یا اس میں غیر مستحق ہستیوں کو شریک کرلیں گے تو وہ گویا امانت میں خیانت کے مرتکب ہونگے ۔اسی لئے دوسری آیت

میں فرمادیا گیا تا کہ اللہ تعالیٰ منافقین اور مشرکین مرد و زن کو اس جرم کی سزا دے گا اور مومن مردوں اور مومن عورتوں پر پیمان محبت وفا کرنے کے عوض رحمت فرمائے گا اور انہیں انواع واقسام کی نعمتوں سے نوازے گا۔ ان آیات کا ایک ایک جز و اس خاص امانت کو اللہ تعالیٰ کی محبت ثابت کر رہا ہے۔ اب ہر انسان کو حیات ارضی کے دوران بہت زیادہ محتاط رہنے اور ہر قدم پھونک پھونک کر رکھنے کی ضرورت ہے تا کہ وہ اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کر سکے۔ قرآنی فرمان ہے:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْم (التین۔4)

اللہ تعالیٰ نے انسان کو احسن تقویم یعنی اعلیٰ صلاحیتوں کے ساتھ پیدا کیا ہے اس لئے بجا طور پر اس سے احسن عمل کی توقع رکھتے ہوئے ارشاد ہوا۔

خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا

"اللہ تعالیٰ نے موت و حیات کو اس لئے پیدا کیا تا کہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون احسن اعمال بجالاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی راہنمائی کیلئے کتاب نازل فرمائی اور ارشاد ہوا۔ وَاتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ (الزمر۔55)

" جو کتاب تمہارے ربّ کی طرف سے تمہاری طرف نازل کی گئی ہے اس کے احسن احکام کی پیروی کرو"۔

اور مزید احسان فرماتے ہوئے اپنے حبیب اور بنی نوع انسان کے محسن اعظم ﷺ کی اطاعت و اتباع کا راستہ دکھاتے ہوئے فرمایا:

وَاَحْسِنُوْا اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُحْسِنِیْنَ o (البقرۃ۔195)

"اور تم احسن کارکردگی دکھاؤ بے شک اللہ محسنین سے محبت کرتا ہے"۔

اتنے سارے احسن عوامل اکٹھے ہوجانے کی بناء پر مومن کیلئے مرتبہ احسان تک پہنچنے کے امکانات بڑے روشن ہیں۔ اگر وہ اللہ کی محبت، کثرت ذکر اور تسلیم و رضا والی زندگی اختیار کرلے تو وہ مرتبہ و مقام حاصل کرسکتا ہے جہاں اللہ کی حضوری اور اس کے قرب کی دولت نصیب ہوتی ہے۔ اس عظیم کامیابی پر انہیں آخرت میں بھی اعلیٰ قسم کی جنتیں عطا کی جائیں گی جن کی بشارت هَلْ جَزَاءُ الْاِحْسَانِ اِلَّا الْاِحْسَانُ o (الرحمن۔60) میں دی گئی ہے کہ "احسن اعمال کا بدلہ احسن جزا کے سوا کچھ نہیں" جو انسان اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی ظاہری اور باطنی صلاحیتوں اور کامل ہدایت کے لئے کئے گئے انتظامات سے پورا فائدہ نہ اٹھائیں گے ان کے لئے فرمان ہوا۔

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ (الاعراف۔ 179) " وہ چوپایوں کی مانند ہیں بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ" ایسے لوگوں کو ہی ظلوم اور جہول کہا گیا ہے۔ کیونکہ ظلوم اسی کو کہا جاتا ہے جو عدل کی صلاحیت اور مواقع ہوتے ہوئے بھی ظلم کرے اور جہول وہ ہے جو کھلی اور واضح نشانیاں دیکھتے ہوئے بھی اپنی آنکھیں بند کرلے اور جہالت اور غفلت کو پسند کرے۔ اسی لئے اوپر دی گئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے مومنین کو ظلم و جہل اور شرک ونفاق سے بری قرار دیتے ہوئے ان سے رحمت اور مغفرت کا وعدہ فرمایا ہے۔

عہدِ الست

بار امانت کی تفویض کے علاوہ ایک خصوصی عہد کا ذکر بھی قرآن کریم میں آیا ہے جو روز ازل ہی تمام ارواح انسانی سے لیا گیا تھا۔ اس کے اغراض و مقاصد بیان کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔

"اور جب تمہارے رب نے بنی آدم کی پشتوں سے ان کی اولاد نکالی تو ان سے خود ان

کے مقابلے میں اقرار لیتے ہوئے پوچھا کہ کیا میں تمہارا رب نہیں ہوں ۔انہوں نے کہا کیوں نہیں ہم گواہ ہیں ۔تا کہ قیامت کے دن کہیں یوں نہ کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی ۔یا یہ نہ کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا اور ہم تو ان کی اولاد تھے جو ان کے بعد پیدا ہوئے ۔تو کیا جو کام وہ اہل باطل کرتے رہے اس کے بدلے آپ ہمیں ہلاک کرتے ہیں اور اس طرح ہم آیات کھول کھول کر بیان کرتے ہیں تا کہ یہ رجوع کریں"۔

(الاعراف 172تا 174)

اولاد آدم کی ارواح سے جو بھی عہد و پیان لئے گئے خواہ وہ میثاق انبیاء ہوں یا عام انسانوں کی ارواح کا عہد الست ہو لیکن ایک بات بلا شک وشبہ کہی جا سکتی ہے کہ مادی زندگی سے پہلے ہی ان کا انعقاد ان کی خصوصی اہمیت ثابت کرنے کیلئے کافی ہے اور یہ بھی کہ اس عہد و پیان کا ہماری زندگی کے ساتھ یقیناً بڑا گہرا تعلق ہے۔

ان کا ذکر قرآن کریم میں اسی لئے کیا گیا ہے تا کہ انسان اپنے من کی دنیا میں غوطہ زن ہو کر عہد الست کی آواز کو سنے اور اللہ تعالیٰ کی محبت اور اطاعت کی راہ پر گامزن ہو کر دنیا و آخرت میں سرخرو ہو جائے ۔اوپر دی گئی آیات میں یہ بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اولاد آدم سے اپنی ربوبیت کا عہد لیا اور بلا استثنیٰ ہر روح نے اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کیا۔اس سے یہ بات بھی واضح ہو گئی کہ ہر انسان ازلی طور پر سعید ہے ۔لیکن یہی انسان جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی بندگی کیلئے پیدا فرمایا ،جس نے تائید ایزدی سے اللہ تعالیٰ کی محبت کی امانت کو سینے سے لگایا ،جس نے اللہ تعالیٰ کو رب مان کر اس کی بندگی یا غلامی کرنے کا عہد کیا وہ حیات ارضی کے دوران راہ راست سے بھٹک کیوں جاتا ہے اس کا بیان آگے چل کر کریں گے۔ یہاں ایک فکر انگیز سوال پیدا ہوتا ہے کہ انسان کے بارے میں پہلی بات تو یہ فرمائی گئی کہ میں اسے

زمین میں خلیفہ بنانے لگا ہوں ۔ دوسری یہ کہ میں نے اسے اپنی عبادت یعنی غلامی کیلئے پیدا کیا ہے اور تیسری یہ کہ اس نے محبت کی بھاری امانت اٹھا کر اپنے اعمال کی ذمہ داری قبول کر لی ۔ لیکن تعجب کی بات یہ ہے کہ جب اس سے عہد لیا گیا تو اس میں خلافت، عبادت اور امانت کا ذکر تک نہیں کیا گیا ۔ عہد لیا گیا تو صرف اس بات کا کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب تسلیم کرتے ہو؟ اس سے یہ حقیقت ہمارے سامنے آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب مان لینا ایک ایسا فیصلہ ہے جسے دین اسلام میں بنیادی حیثیت حاصل ہے اور یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ کو اپنا رب یعنی آقا و مالک تسلیم کئے بغیر خلافت، عبادت اور امانت میں سے کسی ایک کی ذمہ داری بھی کما حقہ پوری نہیں کی جاسکتی ۔ یہی وجہ ہے کہ تمام ارواح سے اللہ کو اپنا رب ماننے کا عہد لیا گیا ۔ جو بھی انسان اس عہد پر قائم رہے گا وہ اپنی تخلیق کے مقصد کو پورا کر کے فائز المرام ہو جائے گا ۔ ربّ کے معنی کسی چیز کو درجہ بدرجہ کمال تک پہنچانے والی ہستی کے ہیں ۔ اس کے ساتھ ہی ربّ کے معنی محبوب آقا اور پیارے مالک کے بھی ہیں ۔ اس کے مقابلے میں عبد کے معنی غلام کے ہیں ۔ یعنی ایسا شخص جو کسی دوسرے کی ملکیت ہو ۔ لہٰذا انسان کا کسی ہستی کو اپنا رب تسلیم کر لینا اس بات کا اعتراف ہوتا ہے کہ وہ اس کا عبد یا غلام ہے ۔ اسی طرح اگر کوئی انسان یہ اقرار کرے کہ میں فلاں کا عبد ہوں تو اس سے یہ واضح ہو جائے گا کہ وہ اس ہستی کو اپنا رب یا آقا مانتا ہے میثاق الست سے ہر انسان پابند ہو چکا ہے کہ وہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کا مطیع اور تابع فرمان بن کر رہے گا، سب سے زیادہ محبت بھی اسی سے کریگا اور زمین پر اس کی حکمرانی قائم کر کے خلافت ارضی کا حق ادا کریگا ۔

اب تک ہم عالم ارواح میں ہونے والے جو تین اہم واقعات بیان کر چکے ہیں وہ یہ ہیں ۔

1 ۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو محبت اور معرفت والی اطاعت کیلئے پیدا فرمایا ۔

2۔انسان نے اللہ کی محبت کی رکھوالی اور اپنے اعمال کی ذمہ داری قبول کر لی۔

3۔ہر انسان اللہ تعالیٰ سے یہ عہد کر کے آیا ہے آپ ہی میرے ربّ اور میرے محبوب ہیں اور صرف آپ ہی کی بندگی یا غلامی کرونگا۔

اُوپر دی گئی آیات میں عہد الست کی غرض و غایت یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ اس عہد کے بعد کوئی انسان خواہ وہ کسی ملک اور کسی زمانے میں پیدا ہوا ہو قیامت کے دن یہ نہیں کہہ سکے گا کہ مجھے اس بات کی خبر نہ تھی کہ اللہ میرا ربّ ہے اور اس کا عبد ہونے کی حیثیت سے مجھے اس کی فرماں برداری کرنی تھی۔چونکہ اس دن مادّی ظلمتوں کے سارے پردے اُٹھ جائیں گے اور ہر روح کو عہد الست یاد آ جائے گا۔اسی طرح اس عہد کے بعد ہر انسان پابند ہو چکا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی الوہیت اور ربوبیت میں کسی کو شریک نہ کرے اور اس معاملے میں وہ مشرک آباؤ اجداد کی تقلید ہرگز نہ کرے۔کیونکہ ہر فرد ذاتی طور پر عہد کی پابندی کا ذمہ دار ہے اور بزرگوں کی تقلید اور زمانے کے ماحول کا بہانہ کسی کام نہ آئے گا۔اللہ تعالیٰ نے یہ تفصیل بیان فرما دی ہے تا کہ انسان اپنے ربّ سے کئے ہوئے عہد کی طرف رجوع کر لے اور آخرت کی شرمساری اور خواری سے بچ جائے۔

نقوش مہر و وفا

(فرمودات قبلہ بابا جان محمد صدیق ڈار صاحب توحیدیؒ)

مرتب: سید رحمت اللہ شاہ

بابا جانؒ سالانہ دورہ کے موقع پر لسوڑی میں حلقہ ذکر سے فارغ ہوئے تو فرمانے لگے:

بعد میں بھی اس کا خیال رکھا کریں۔ ایک دوسرے کو اچھے کام کی ترغیب دیں۔ یہ حکم ہے کہ جس جس نیک کام کے لئے کوئی بھی بندہ سفارش کرتا ہے۔ اگلا بندہ عمل کرتا ہے تو اس (سفارش کرنے والے) کو بھی ثواب ملتا ہے کہ اس نے اچھے کام کی سفارش کی۔ نیک کام کے لئے، نماز پڑھنے کے لئے، ذکر کرنے کے لئے دعوت دینی چاہئے۔ یہ اللہ کا حکم ہے کہ سب کو بلاؤ۔ محفل ذکر میں اللہ کے لئے آؤ۔ مغرب کے بعد حلقہ ذکر شروع کریں جو عشاء سے پہلے ختم ہو جائے۔ ٹائم کی پابندی کریں۔ سارے مل کے کریں۔ ہمارے مرشد قبلہ انصاری صاحبؒ نے بالکل مختصر ساذکر کہا ہے۔ لمبا چوڑا نہیں ہے۔ لا الہ الا اللہ کی ایک دو تسبیح سب مل کر کر لیں۔ جوش و خروش سے کریں۔

یہ کلمہ طیبہ ہی تھا جس کی تلقین کے لئے ایک لاکھ چوبیس ہزار پیغمبر دنیا میں آئے۔ اللہ کی توحید بتانے کے لئے، اللہ کی وحدانیت سکھانے کے لئے، اور اللہ کا ذکر دکھانے کے لئے آئے کہ یہی ہے اللہ کا ذکر اسی سے سب کچھ ملتا ہے۔ نیکی کی توفیق اسی سے ہے۔ برائی سے بچنے کی قوت بھی اسی سے ہے۔ دولت، عزت اسی کے ہاتھ میں ہے۔ ہماری دولت اسی سے ہے کہ وہ عطا فرماتا ہے۔ اس کے ساتھ جڑنے کا ایک طریقہ ہے۔ تمام پیغمبر جو بھی آئے انہوں نے یہی کہا کہ

يَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُم مِّنْ إِلٰـهٍ غَيْرُهُ. (سورہ ہود:۱۱۔آیت ۸۴)

''اے میری قوم اللہ کی بندگی کرو۔اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔اسی کی بندگی کرو''۔

اسی کو کہا کہ صراطِ مستقیم یہ ہے۔سیدھا راستہ یہ ہے کہ اس کے در کو نہیں چھوڑنا۔قرآن میں ہے:

وَإِنَّ اللّٰهَ رَبِّي وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيمٌ.

(سورۃ مریم ۱۹۔آیت ۳۶،سورۃ آل عمران ۳۔آیت ۵۱)

میرا ربّ بھی اللہ ہے۔تمہارا ربّ بھی اللہ ہے۔اس کی بندگی کرو۔اسی کا نام صراط مستقیم ہے۔اس کو چھوڑو نہیں۔اِدھر اُدھر نہ ہو۔یہ بھی کہ شرک کو ظلم عظیم کہا گیا ہے۔اس سے بڑا ظلم اور کوئی نہیں ہوسکتا کہ چیزیں سب اللہ نے دی ہوئی ہوں،پیدا اس نے کی ہوں،اس کا رزق کھائیں،اس کا ہی پانی پئیں،اور سجدہ کسی اور کے دَر پہ جا کے کریں۔اللہ کہتا ہے قرآن میں کہ بتاؤ،انہوں نے کوئی چیز پیدا کی ہے جس کی وجہ سے تمہیں شک شبہ ہوگیا ہے کہ شاید یہ بھی خدا ہیں۔کوئی چیز کائنات میں سے جو کچھ نظر آتا ہے اس میں سے بتاؤ جس میں اللہ کے سوا کسی اور کا حصہ اسے بنانے میں ہو۔کوئی نہیں ہے۔اسی کے دَر کو پکڑو۔اسی کو یاد کرو۔ہمہ وقت اس کو یاد رکھو۔

حضور نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے: سب سے زیادہ محبت اللہ سے کرو کیونکہ تم پہ سب سے زیادہ احسان اس اللہ کے ہیں۔اس نے سب کچھ تمہارے لئے بنایا۔سب سے زیادہ محبت اس سے کرو۔اس کے بعد مجھ سے کرو کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔میں اسی اللہ کا رسول ہوں جس کی اتنی مہربانیاں ہیں۔اسی اللہ کا بھیجا ہوا ہوں۔میں بھی اس کی مہربانیوں میں سے ایک مہربانی ہوں۔پوری انسانیت کے لئے ایک فضل ہوں۔اللہ نے فرمایا:

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِينَ إِذْ بَعَثَ فِيهِمْ رَسُولاً. (آل عمران۔آیت ۱۶۴)

''اللہ نے بہت کرم کیا، اپنا رسول ﷺ تمہارے طرف بھیج دیا۔''

فرمایا: میں اسی کا بھیجا ہوا ہوں۔اس کے بعد تم مجھ سے محبت کرو۔اس کے بعد تمام انبیاء سے، صحابہ سے، پھر ساری انسانیت سے محبت کرو کیونکہ وہ نبی پاک ﷺ کی حدیث قدسی ہے:

اللہ کہتا ہے:''یہ مخلوق میرا کنبہ ہے۔میرا خاندان ہے۔ جو اس کے ساتھ اچھا سلوک کرتا ہے اسی کے ساتھ میں محبت کرتا ہوں۔ان کو دینے والا بنے، ان سے چھیننے والا نہ بنے۔ غریبوں کے سر پہ ہاتھ رکھے، ان کا خیال رکھے، یہی اسلام کی تعلیم ہے۔اللہ کا ذکر کرو۔ ساتھ جو غرباء، یتیم، مسکین ہیں ان کی خدمت کرو۔یہ اللہ کا حکم ہے۔قرآن کے شروع میں بھی بتا دیا کہ

ذٰلِکَ الْکِتَابُ لاَ رَیْبَ فِیْهِ هُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ. (سورۃ البقرہ۲۔آیت۲)

متقین کے لئے ہدایت ہے۔کون ہیں؟

الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ. (سورۃ البقرہ۲۔آیت۳)

غیب پر ایمان لاتے ہیں۔اللہ ہے، فرشتے ہیں، جنت ہے، دوزخ ہے، یہ سب کچھ غیب ہے اس پہ ایمان لاتے ہیں اور یہ کہ سب کچھ ضرور ہونا ہے جو انبیاء نے بتایا ہے۔

وَیُقِیْمُوْنَ الصَّلاۃَ. (سورۃ البقرہ۲۔آیت۳)

وہ ایمان کی بات تھی۔عقیدہ۔اس پر ایمان رکھنا ہے۔ یہاں فرمایا اور نماز قائم رکھتے ہیں ۔پہلا کام جو قرآن کے شروع میں کہا ہے جو کرنے والا ہے وہ نماز سے شروع ہوا ہے۔پہلی بات نماز قائم کرنی ہے۔خدا کے سامنے سر جھکا دیا، اس کو اپنا آقا تسلیم کرتے ہیں۔ حضور ﷺ نے فرمایا:''کفر اور ایمان میں فرق کرنے والی چیز نماز ہے''۔

ہم ہندوستان، پاکستان میں ایک جگہ رہتے ہیں۔ایک جیسے لباس ہیں، ایک جیسے ہیں۔ٹی وی پر بیٹھے ہوں تو کوئی بتا نہیں سکتا کہ ہندو کون ہے؟ مسلمان کون ہے؟ جب اذان ہوگی، مسلمان علیحدہ ہو جائے گا۔چل پڑے گا۔میرے آقا کی آواز آئی ہے۔ حَیَّ عَلَی الصَّلوٰۃ۔اٹھ کر چل پڑے گا۔اس سے فرق معلوم ہوتا ہے کہ کون اہل ایمان ہے؟

نماز ایک ایسا فرض ہے جو کبھی معاف نہیں ہوسکتا۔ جب تک آپ کے ہوش و حواس قائم ہیں یہ پڑھنی ہی پڑھنی ہے۔اس کو چھوڑا نہیں جاسکتا۔جو چھوڑنے کی تعلیم دیتا ہے وہ خود بھی گمراہ ہے اور اپنے مریدوں کو اور اپنے چاہنے والوں کو بھی گمراہی کی طرف بلاتا ہے۔

صحابہ نے پوچھا کہ یا رسول اللہ ﷺ! جب قیامت کا دن ہوگا تو ہمیں آپ کی شفاعت کی اور محبت کی ضرورت ہوگی۔ہم آپ ﷺ کو کیسے ڈھونڈیں گے؟ پوری دنیا ہوگی۔ حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ میں اپنی اُمت کو پہچان لوں گا۔پوچھا گیا: یا رسول اللہ ﷺ اربوں اربوں دنیا ہوگی، اگلی اور پچھلی ساری اُمتیں اکٹھی ہوں گی تو پھر کیسے پتا چلے گا؟ کیسے ڈھونڈیں گے؟ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا: میری اُمت کے وضو کے جو اعضاء ہیں، نماز کے لئے جو ہاتھ، منہ دھوتے ہیں، یہ اعضاء چمک رہے ہوں گے۔جیسے روشنی ہے ان کے چہرے بھی روشن ہوں گے۔ان کے ہاتھ اور ان کے پاؤں بھی روشن ہو نگے۔اس سے ہر امتی پہچانا جائے گا کہ وہ میرا امتی ہے۔میں اس کو پہچان لوں گا۔یعنی دنیا میں بھی پہچان فرمایا کہ نماز ہے۔آخرت میں بھی پہچان فرمایا نماز۔

نماز میں جو منہ دھویا جاتا ہے اس کی نورانیت ہے۔نماز کی نورانیت کیا ہوگی؟ یہ تو وضو ہے۔وضو کی نورانیت اتنی ہوگی، ان کے اعضاء روشن ہوں گے۔میں اپنی امت کو پہچان لوں گا کہ یہ میری امت ہے۔ اللہ کے سامنے سر جھکاتی ہے۔ اس کو قائم رکھیں۔

اس میں ساری برکتیں ہیں۔اسی میں سارے فضائل ہیں۔اسی میں سب کچھ ہے۔اس کو کریں۔ساتھ اللہ توفیق دے، زیادہ شوق ہے تو ذکر کریں۔

نماز کے لئے شوق کی بات نہیں ہے۔یہ فرض ہے۔یہ کرنا ہے ہر ایک کو۔اس کے لئے شوق نہیں کہ شوق ہے تو پڑھ لو۔جو فرائض ہیں وہ ہر ایک کو پڑھنے ہیں۔ہر ایک سے اس کے بارے میں پوچھا جائے گا۔نوافل میں وہ ٹھیک ہے کہ آپ پڑھیں گے تو اللہ ثواب دیگا، نہیں پڑھیں گے تو اللہ پوچھے گا نہیں کہ کیوں نہیں پڑھیں۔جو فرض ہیں اس کا پوچھا جائے گا کہ کیوں نہیں پڑھیں؟

ہمارے مرشد (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) سے کبھی کوئی بھائی کہتا کہ میرے لئے دعا کریں میں نماز پڑھوں۔باباجیؒ کہتے تھے کہ نہیں! نماز کیلئے دعا نہیں ہوتی۔ جو اختیاری فعل ہے اس کے لئے دعا نہیں ہوتی۔یہ آپ کے بس کی بات ہے۔اس کے لئے کیوں دعا کی ضرورت ہے؟ دعا ہوتی ہے جو آپ کے اختیار میں نہ ہو۔حج پہ جانا ہے، پیسے نہیں ہیں، بیمار ہیں، سو شرائط ہیں جو پوری ہوں گی۔آپ دعا کریں کہ اللہ میاں حج نصیب فرمائے، وہ اس کے لئے تو دُعا ہے۔نماز کیلئے دعا نہیں ہوتی۔نماز آپ کے بس میں ہے۔ اذان ہوگئی، باقی جارہے ہیں، آپ کیوں نہیں جاسکتے؟ آپ بھی جائیں۔آپ کے بس میں ہے یہ بات۔پڑھیں۔جو کام آپ کے اختیار میں ہے اس کیلئے دعا نہیں ہوتی۔ کہا جاتا ہے لیکن اصولی بات یہ نہیں ہے۔کوئی ثابت کردے کہ رسول اللہ ﷺ کے دور میں کسی نے حضور ﷺ سے یہ دعا کرائی ہو کہ یا اللہ ہمیں نمازی بنادے۔یا رسول اللہ ﷺ دعا کریں۔ایسا نہیں ہے۔فرض ہے، وہ پڑھتے تھے۔اس کو قائم رکھیں۔

باقی یہ ذکر اذکار ہیں، یہ زائد ہیں۔جس کو شوق ہے اعلیٰ درجات کا وہ کرے۔

ہر کام میں اعلیٰ درجات کی بات ہوتی ہے۔دنیا میں روٹی، کپڑا،اور مکان انسان مانگتا ہے لیکن کوشش کرتا رہتا ہے کہ یہ روٹی اچھی سے اچھی ہو جائے۔کپڑا اس سے اچھا پہنیں۔مکان بھی اچھا ہو جائے۔پہلے لسوڑی میں ہے پھر شجاع آباد میں بن جائے، پھر ملتان میں کہیں بوسن روڈ پر مکان بن جائے،لاہور میں ڈیفنس میں مل جائے۔اچھے سے اچھے کی ہر آدمی کوشش کرتا رہتا ہے اس میں بھی کرو۔دین میں بھی کرو۔اللہ نے حکم دیا ہے کہ نیکیوں میں سبقت لے جاؤ۔

فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ (سورۃ یٰسین ۳۶۔آیت ۶۶)

نیکیوں میں، بھلائی میں ایک دوسرے سے بڑھ جاؤ۔کوشش کرو کہ آگے چلے جاؤ۔

تو یہ موقع ہے اس کا یہی طریقہ ہے۔ذکر کثرت سے کریں اور نیکیاں دوسروں سے زیادہ کریں ہر نیکی جو لکھی جا رہی ہے اس کا اللہ تعالیٰ اجر بھی دے گا۔اس کے ویسے درجات ہوں گے۔ حدیث میں آتا ہے کہ ایک درخت جنت میں ایسے ہو گا جیسے یہ زمین ہے اور دوسرا درجہ آسمان ہے۔ایک درجہ اتنا اونچا ہو گا۔اس کیلئے انسان کو اللہ تعالیٰ نے زندگی دی ہے،اس کیلئے اس کو بھیجا ہے۔یہ دنیا اس لئے نہیں ہے کہ یہاں قیام اور پکا ٹھکانہ بنانا ہے،اور یہاں رہنا ہے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا: زندگی میں رہنا ایسے ہی ہے جیسے آدمی چلتے پھرتے کسی جگہ پہ تھوڑی دیر قیام کر لیتا ہے تھوڑی دیر گزار کے چل پڑتا ہے۔زندگی ایسے ہی ہے۔کوئی آدمی درخت کے نیچے بیٹھنے والا وہاں مکان تو نہیں بنائے گا کہ یہاں گھنٹے دو گھنٹے ٹھہرنا ہے، مکان بنا لیا۔وہ تو کہے گا کہ ابھی چلے جانا ہے یہاں کیا بنانا ہے،تو عارضی طور پر بنائیں۔ نبی پاک ﷺ نے بلڈنگ بنائیں نہ کوئی محل بنائے۔بنائے ہوتے تو وہ یہاں موجود ہوتے۔ نہ صحابہ نے بنائے۔دنیا کی دولت،قیصر و کسریٰ کے خزانے یہاں جمع ہو گئے لیکن اسی طرح رہے۔جیسے فقیر تھے ویسے ہی رہے۔

حضرت عمرؓ کے بارے میں ان کی سیرت میں لکھا ہوا ہے کہ جب آپؓ جمعہ کے

خطبہ کیلئے آتے، دنیا اکٹھی ہو جاتی۔ وہ شہنشاہ پچاس ساٹھ ملک جہاں آج بنے ہوئے ہیں یہاں تک ان کی سلطنت پھیلی ہوئی ہے، لکھا ہے کہ ان کے کپڑے پر پیوند لگے ہوتے تھے۔ جس لباس کو پہنتے اس پر پیوند لگے ہوتے۔ انہوں نے کبھی نہیں کہا کہ میرا پروٹوکول خراب ہوتا ہے، میں امیر المؤمنین ہوں، میں کپڑے پہنوں، وہ ایسے ہی رہے۔ جو دولت ہاتھ آئی غریبوں پہ خرچ کی۔ ملک میں ایسا نظام قائم کیا کہ کوئی فقیر زکوۃ لینے والا نہ تھا۔ بیس تیس سال میں آدھی دنیا پہ مسلمانوں نے قبضہ کر لیا۔ ان کی حکومت بنی۔ اس میں ترقی کی۔ اپنی ذات میں ترقی نہیں کی۔ ذات کے مکانات نہیں بنائے۔ یہ ہے کہ اللہ تبارک وتعالیٰ جب دے تو ایسے ہونا چاہئے۔

ہمارے مرشد (حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاری صاحبؒ) اسی لئے فرماتے کہ یہ حکم ہے۔ اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔ آپ دنیا کو چھوڑ نہیں سکتے کہ اللہ اللہ کرنی ہے، دنیا کو چھوڑ دیں۔ ہمارے باباجیؒ اس کو اچھا نہیں سمجھتے تھے۔ کہتے تھے: نہیں! خوب کماؤ، خوب کھاؤ، خوب پہنو، خوب اللہ اللہ کرو۔ خوب محنت کرو۔ اپنے بال بچوں کو کھلاؤ۔ اچھا مکان بناؤ۔ کسی نے منع کر رکھا ہے؟ اللہ توفیق دے تو گاڑی بھی لو لیکن گاڑی جو ہے جب نماز کا ٹائم ہو جائے تو کھڑی ہو جائے۔ وقت آ گیا ہے نماز کا، کہیں گاڑی کھڑی کرو نماز پڑھنی ہے۔ یہ نہیں ہے کہ وہ چل رہی ہے۔ باباجیؒ فرماتے تھے کہ دولت جب نیک لوگوں کے ہاتھ میں آئے گی تو نیک کاموں میں صرف ہوگی۔ اللہ نے دیا جن لوگوں کو ان میں حضرت ابوبکر صدیقؓ تھے، اتنا پیسہ اللہ کی راہ میں دیا، مقام اور مرتبے بھی پائے۔ حضرت عثمان غنیؓ نے بہت کچھ دیا، اعلیٰ مقام پایا۔ اعلیٰ درجات پائے۔

اب بھی اللہ اللہ کرنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ دنیا چھوڑ دی جائے۔ دنیا کا کام

خوب اچھے طریقے سے کرنا ہے۔ایمانداری سے کرنا ہے۔دولت نہ ہوتو آدھا دین تو بیچ میں سے غائب ہی ہوجائے۔روزے،صدقات،قربانی،عقیقے،حج،عمرہ،زکوٰۃ سب پیسے کی بات ہے۔پیسہ نہ ہوتو آدھا دین تو غائب ہوجاتا ہے،صرف نماز ہی رہ جائے گی،باقی کچھ نہ رہے گا۔ تو خوب کمائیں،پیسہ لیں،اسے اچھے کاموں میں لگائیں۔دنیا میں خود بھی کھائیں،دوسرے انسانوں کی بھی مدد کریں جو آپ کے قریب ہیں۔یہ بہت بڑی نیکی ہے۔

ہمارے سلسلے میں یہ بھی نہیں ہوتا کہ دنیا چھوڑ دی جائے،بھاگا جائے۔اس کے اندر رہ کے،دنیا کے سارے حقوق،اللہ کے حقوق،حقوق العباد ادا کرتے ہوئے اللہ اللہ کرنی ہے۔فرمایا کہ مختصر کرو۔وظیفے اتنے لمبے لمبے نہیں کیے کہ راتوں کو جاگنا پڑ جائے۔نہ راتوں کو جاگنا ہے،نہ چلّے کاٹنا ہیں۔تھوڑا ذکر یہ جو کیا ہے **لا الہ الا اللہ** کا اتنا ہی کرنا ہے۔اس سے بھی تھوڑا۔روز آدھا گھنٹہ،پونا گھنٹہ لگے گا،جو آپ کو مناسب وقت لگتا ہے اس پہ کرنا ہے۔ مغرب کے بعد کرلو۔عشاء کے بعد کرلو۔فجر کے بعد کرلو۔باقی چلتے پھرتے اپنے کام کاج کے دوران اللہ کا ذکر کرنا ہے۔یہ بتا دیا ہے اس کو آگے بھی بڑھائیں۔دوسرے لوگوں کو بھی لائیں۔وقت دینا پڑتا ہے۔اس سے اچھا وقت اور کوئی نہیں ہے۔جو ہم اللہ کیلئے لوگوں کو راستے پہ لگائیں،ان کو دعوت دو۔ان کی اصلاح ہوجائے گی یہ صدقہ جاریہ ہوجائے گا۔جس فیملی کی اصلاح ہو جائے گی،وہ بچے ٹھیک ہو جائیں گے،ان کا خاندان ٹھیک ہو جائے گا، انہوں نے آگے دعوت دی تو آپ کو بھی ثواب پہنچتا رہے گا کہ فلاں آدمی نے یہ کیسٹ'الف اللہ چنبے دی بوٹی'والی گھر میں لگائی ہے۔اس کی وجہ سے ہمارے بچے ٹھیک ہو گئے۔آگے اللہ نے توفیق دی نمازی بن گئے،قرآن پڑھنے والے بن گئے،تو اس دعوت کو آگے بڑھانا ہے۔

قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی نورانی کتاب (از خطباتِ حرم)

(امام کعبہ الشیخ عبدالرحمٰن السدیس ترجمہ ۔محمد عبدالہادی العمری)

''ہر قسم کی تعریف اس اللہ کیلئے ہے، جس نے اپنے بندے پر فرقان نازل فرمایا تا کہ وہ تمام لوگوں کو (ان کی ذمہ داریوں سے) آگاہ کر سکے، اسی ذات واحد کی میں تعریف بیان کرتا ہوں اور اسی کا شکر بجالاتا ہوں جس نے قرآن کو ہر چیز کی وضاحت کا ذریعہ بنایا اور اطاعت گزاروں کیلئے ہدایت ، رحمت اور باعثِ بشارت بنایا ۔ میں اس بات کی گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں، وہ اکیلا ہے، اس کا کوئی شریک نہیں۔اس نے اپنی کتاب تمام جہانوں کیلئے منبع رُشد وہدایت بنائی ، اسے مومنوں کیلئے باعثِ تسکین ورحمت بنایا اور دلوں کے روگ اور پریشانیوں کیلئے شفاء اور نجات کا ذریعہ بنایا ۔ میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں ۔اُن کے اخلاق قرآن کا نمونہ ہیں ۔ وہ قرآن کی حلال کردہ چیزوں کو حلال اور حرام کردہ چیزوں کو حرام ٹھہراتے ہیں ۔ وہ اس کے محکمات پر عمل کرتے ہیں اور متشابہات پر ایمان رکھتے ہیں ۔آپ پر اللہ کی رحمتیں ہوں اور آپ کی آل اور صحابہ کرامؓ پر جو آپ کے طریقے اور نقشِ قدم پر چلے ۔انہوں نے آپ ﷺ کی سیرت کو مضبوطی سے تھام لیا تو عزت وسیادت پائی اور جہاں میں قیادت کرنے لگے ۔ اللہ کی رحمتیں اور سلامتی قیامت تک آنے والے ان تمام لوگوں پر ہوں جو ان کے نقشِ قدم پر چلتے رہیں اور ان کی راہ کی پیروی کرتے رہیں ۔''

برادرانِ اسلام ، حاملینِ قرآن ! اپنے اندر اللہ کا تقویٰ پیدا کیجیے ۔

''یقیناً یہ اللہ کا مومنوں پر احسان ہے کہ اس نے انھی میں سے ایک رسول بھیجا۔''

اپنے بندے پر بہترین کتاب نازل فرمائی اور نزول کتاب کے لیے اس امت کو منتخب فرمایا۔ ایسی کتاب جو بحکم الٰہی لوگوں کو تاریکیوں سے نکال کر روشنی کی طرف لاتی ہے، یہی پُرفتن حالات میں پناہ کا کام دیتی ہے، مشکلات اور پریشانیوں میں سہارا ثابت ہوتی ہے۔

معزز بھائیو! اس کتاب میں گزرے ہوئے لوگوں کی خبریں، آنے والے حالات کا تذکرہ اور ہمارے لیے نورِ ہدایت ہے۔ یہ ایک ایسی فیصلہ کن کتاب ہے جس میں کوئی غیر سنجیدہ بات نہیں۔ جو اس کی ناقدری کرے گا وہ سخت نقصان سے دوچار ہو جائے گا، جو اسے چھوڑ کر کوئی اور راہِ ہدایت تلاش کرے گا وہ گمراہ ہو جائے گا، جو اسے ترک کر کے عزت حاصل کرنا چاہے گا وہ ذلیل ہو جائے گا اور جو اس پر عمل کیے بغیر کامرانی چاہے گا وہ تباہ ہو جائے گا۔ یہ اللہ کی رسی ہے، یہی صراط مستقیم ہے اور اسے جو بھی تھام لے گا پریشانی سے نجات پا جائے گا۔ اس کی تلاوت سے کبھی اکتاہٹ نہیں ہوتی۔ اس کے خزانوں سے اہل علم کبھی نہیں تھکیں گے۔ اس کا علمی ذخیرہ کبھی ختم نہیں ہو گا، جو اس کے مطابق بولے گا وہ سچا کہلائے گا، جو اس کے مطابق فیصلہ کرے گا عادل کہلائے گا، جو اس کے مطابق عمل کرے گا اجر پائے گا، جو اس کی تلاوت اور اس کے مطابق عمل کرے گا وہ اللہ کی حفاظت وضمانت میں ہوگا، وہ دنیا میں گمراہ ہوگا نہ آخرت میں ناکام، جیسا کہ حضرت ابن عباسؓ نے ارشاد فرمایا:

''اور جو اس کتاب کو چھوڑ دے اور اس سے منہ پھیر لے وہ دنیا اور آخرت میں تباہ ہوگا''۔

فرمانِ الٰہی ہے:

''اس (اللہ) نے فرمایا: تم دونوں یہاں سے اکٹھے اتر جاؤ، تمہارے بعض بعض کے دشمن ہیں، پھر جب تمہارے پاس میری ہدایت پہنچے تو جس نے میری ہدایت کی پیروی کی

تو وہ نہ گمراہ ہوگا اور نہ مشقت میں پڑے گا۔اور جس نے میری یاد سے اعتراض کیا تو بلاشبہ اس کے لیے گزران تنگ ہوگا اور روزِ قیامت ہم اسے اندھا کر کے اٹھائیں گے۔وہ کہے گا: اے میرے ربّ! تو نے مجھے اندھا کیوں اٹھایا؟ جبکہ میں تو (دنیا میں) دیکھنے والا تھا۔ ارشاد ہوگا: اسی طرح تیرے پاس ہماری آیات آئیں تو تُو نے وہ بھلا دیں اور اسی طرح آج تجھے بھی بھلا دیا جائے گا۔اور جو حد سے بڑھ گیا اور اپنے رب کی آیات پر ایمان نہ لایا، ہم اس کو اسی طرح سزا دیں گے اور یقیناً آخرت کا عذاب شدید تر اور باقی رہنے والا ہے۔''

رسول اکرم ﷺ نے حجۃ الوداع کے خطبے میں ارشاد فرمایا:

''میں تمہارے لیے ایسی چیز چھوڑے جا رہا ہوں جسے تم تھام لو گے تو کبھی گمراہ نہیں ہو سکتے ،یعنی کتاب اللہ۔''

یقیناً اللہ تعالیٰ نے یہ عظیم کتاب نازل کر کے اپنے بندوں پر احسان فرمایا ہے، فرمان الٰہی ہے:

''اے لوگو! یقیناً تمہارے پاس تمہارے ربّ کی طرف سے نصیحت اور شفاء، ان (بیماریوں) کے لیے جو سینوں میں ہیں اور مومنوں کے لیے ہدایت اور رحمت آ گئی ہے۔''

مزید فرمایا:

''اور ہم نے آپ پر ہر چیز کو کھول کر بیان کرنے والی یہ کتاب نازل کی ہے جو مسلمانوں کے لیے ہدایت ،رحمت اور خوشخبری ہے۔''

ایک اور جگہ فرمایا:

''اے اہل کتاب! یقیناً تمہارے پاس ہمارا رسول آ چکا جو تمہارے سامنے کتاب کی ایسی باتیں ظاہر کر رہا ہے جو تم چھپا رہے تھے اور بہت سی باتوں سے درگزر کرتا ہے۔

بے شک تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے نور اور واضح کتاب آ چکی ہے۔ جس کے ذریعے اللہ انھیں جو اس کی رضا تلاش کرنے والے ہوں سلامتی لاتا ہے اور صراطِ مستقیم کی طرف ان کی رہبری کرتا ہے۔" ایک اور مقام پر فرمایا:

"اے لوگو! تمہارے ربّ کی طرف سے تمہارے پاس ایک دلیل آ گئی ہے اور ہم نے تمہاری طرف ایک واضح نور نازل کیا ہے۔"

ایک اور مقام پر ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

"کہہ دیجئے: وہ ان کے لیے، جو ایمان لائے، ہدایت اور شفا ہے، اور جو لوگ ایمان نہیں لاتے ان کے کانوں میں بوجھ ہے اور وہ ان کے حق میں اندھاپن ہے۔"

جو بھی قرآن کریم کی تلاوت تدبر اور حضورِ قلبی سے کرے گا اسے اس موضوع کی متعدد آیات ملیں گی۔ تلاوتِ قرآن کے لیے عموماً صحابۂ کرامؓ کا طریقہ یہ تھا کہ وہ دس آیات پڑھتے تو اس وقت تک آگے نہ پڑھتے جب تک وہ ان آیات کی گہرائی اور مفہوم تک نہ پہنچتے اور ان کے مطابق عمل شروع نہ کرتے۔ وہ علم اور عمل دونوں یکساں طور پر ساتھ ساتھ جاری رکھتے تھے، جیسا کہ جلیل القدر صحابی حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے مروی ہے:

یہی وہ عظیم لوگ تھے جو قرآن کے کسی حکم کو پاتے ہی ٹھیک اس کے مطابق بلا تاخیر اپنی زندگی ڈھال لیتے تھے۔ یہ وہی پاکیزہ ہستیاں ہیں جنہوں نے قرآن کی تعلیمات اس عقیدے کے زیرِ اثر سیکھیں کہ یہ کلامِ الٰہی ہے جو رسول اللہ ﷺ کی زبان مبارک سے ہم تک پہنچایا جا رہا ہے۔ انہوں نے قرآن کو اپنے قول و عمل سے قبول کیا۔ اسی عمل کی طاقت سے وہ دشمنانِ اسلام کو مرعوب کرتے رہے اور دنیا میں عدل و انصاف اور امن و سلامتی کے پرچم لہراتے رہے۔ انہوں نے اللہ کے بندوں کو انسانوں کی بندگی سے نکال کر پروردگارِ عالم کی

بندگی کا راستہ بتایا اور لوگوں کو دنیا کی تنگ ناؤں سے نکال کر دنیا و آخرت کی وسعتوں کی راہ دکھائی اور مذہبی استحصال سے بچا کر اسلام کے عدل و انصاف کی چھاؤں میں لا کھڑا کیا۔ ایک عظیم صحابی ربعی بن عامرؓ کا فرمان ہے، یہ بات انھوں نے جنگ قادسیہ کے موقع پر سپہ سالار فارس رستم کے دربار میں کہی تھی۔

برادرانِ اسلام! اس وقت ہم ایک ایسے پرفتن دور سے گزر رہے ہیں جس میں ہر طرف ہوا و ہوس کا دور دورہ ہے، شکوک و شبہات کو ہوا دی جا رہی ہے، مشکلات اور چیلنجز کی یلغار ہے۔ دوسری طرف بدعات و خرافات کی کثرت ہے اور غلط رسم و رواج کا چال چلن عام ہوتا جا رہا ہے۔ اس سے جان چھڑانے کا ایک ہی طریقہ ہے کہ عوام و خواص، رعایا و حکمران، جوان و بوڑھا، مرد و زن، علماء اور ان پڑھ سب مکمل اخلاص اور شعور کے ساتھ کتاب اللہ کی طرف رجوع کریں، تلاوت کریں، معانی سمجھیں، تدبر و تفکر سے کام لیں اور قرآنی احکام کے مطابق زندگی بسر کریں۔ یقین رکھیں یہی وہ چشمۂ صافی ہے جو ہماری پیاس بجھا سکتا ہے اور جس کی مٹھاس کبھی ماند نہیں پڑے گی۔ یہی وہ خزانہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہوگا لیکن یہ بات ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ علم و معرفت اور رشد و ہدایت سے بھرے اس کے خزانوں سے فائدہ اٹھانے کے لیے حضورِ قلب اور سنجیدگی ضروری ہے۔

محترم بھائیو! عصر حاضر میں بہت سے لوگوں نے قرآن سے اپنا رشتہ توڑ لیا، ان کی عملی زندگی قرآنی تعلیمات سے خالی بلکہ قرآنی تعلیمات کے یکسر مخالف دکھائی دیتی ہے، اُمتِ مسلمہ کا قرآن سے رشتہ کمزور ہوگیا، نوجوانوں کی قرآن سے دلچسپی گھٹ گئی۔ ہم نے دنیا کی حقیر چیزوں کو قرآن کے مقابلے میں ترجیح دی ورنہ فی زمانہ خواتینِ اسلام کی عریانیت کیا معنی رکھتی ہے!! جو کسی زمانے میں عفت و عصمت اور شرم و حیاء کا پیکر ہوا کرتی تھیں۔

یہی وہ تلخ حقائق ہیں جن کے بارے میں فرمانِ الٰہی صادق آتا ہے:

''اور رسول کہیں گے: اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن کو متروک بنادیا (پس پشت ڈال دیا) تھا۔''

ہجرِ قرآن کا مطلب بتاتے ہوئے علامہ ابن قیمؒ نے لکھا ہے کہ یہ ''ہجر'' بہت وسیع مفہوم میں استعمال ہوتا ہے، جیسے: ترک سماعت، یعنی قرآن کی تلاوت ہی نہ سنی جائے اور ان کے احکام حلال وحرام بھلا دیے جائیں۔ حالت یہ ہو جائے کہ کبھی کبھار تلاوت تو ہو رہی ہے لیکن عمل نہیں ہو رہا۔ اس کے مطابق مسائل حل نہیں کیے جا رہے۔ اس پر تدبر کیا جاتا نہ اس کے ذریعے اپنی پریشانیوں کا حل تلاش کیا جاتا ہے۔

افسوس! کہ آج ہجر قرآن کے یہ سارے مفاہیم امتِ مسلمہ میں پائے جاتے ہیں بہت سے لوگ ہیں جو قرآن مجید کی تلاوت تو کرتے ہیں لیکن اس کی عملی مخالفت پر ڈٹے ہوئے ہیں بلکہ بعض لوگ تو دین میں اپنی طرف سے آمیزش کرنے اور بدعات کو رواج دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کا قرآن پر ایمان نہیں، چاہے یہ ہزار بار ایمان کا دعویٰ کریں۔ یہی وہ لوگ ہیں جو قرآن پڑھ لیتے ہیں لیکن اس کے احکام پر عمل نہیں کرتے حتیٰ کہ بعض اس کی حرام کردہ چیزوں سے اپنے دامن داغ دار کرتے ہیں۔ زنا کاری، سودی لین دین، قتل وغارت گری، چوری ڈکیتی، دھوکا، ظلم، جھوٹ، غیبت، چغلی، فساد اور قول وفعل کا تضاد یہ بیماریاں ہم سے چمٹی ہوئی ہیں۔ کیا یہی قرآن پر ایمان کا تقاضا ہے؟ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو قرآنی احکام پر عمل کرنے میں تساہل برتتے ہیں۔ اقامتِ صلوٰۃ، ادائے زکوٰۃ، والدین سے حسن سلوک، صلہ رحمی اور غرباء ومساکین کی دلجوئی سے ہماری زندگی کا دامن خالی دکھائی دیتا ہے جبکہ فرمان الٰہی ہے:

''اور جس نے میری یاد سے اعراض کیا تو بلا شبہ اس کے لیے گزران تنگ ہوگا اور روز قیامت ہم اسے اندھا کر کے اُٹھائیں گے۔''

شاید یہی وہ لوگ ہیں جن کے بارے میں کہا گیا ہے:

''اور وہ کہتے ہیں: ہم نے سنا اور ہم نے نافرمانی کی۔''

برادرانِ اسلام! ہمیں بہر حال قرآن مجید کی طرف رجوع کرنا پڑے گا، اسی کے چشمۂ صافی سے اپنی پیاس بجھانی ہوگی تا کہ دنیا اور آخرت کی سعادت حاصل کر سکیں، فرمان الٰہی ہے:

''کیا ایمان والوں کے لیے ابھی وہ وقت نہیں آیا کہ ان کے دل ذکر الٰہی کے لیے جھک جائیں اور (اس کے لیے) جو حق (اللہ) کی طرف سے نازل ہوا۔'' اور فرمایا:

''بے شک یہ قرآن وہ راہ بتاتا ہے جو سب سے سیدھی ہے اور مومنوں کو بشارت دیتا ہے جو نیک کام کرتے ہیں کہ یقیناً ان کے لیے بہت بڑا اجر ہے۔ اور یہ کہ بلاشبہ جو لوگ آخرت پر ایمان نہیں رکھتے ان کے لیے ہم نے نہایت دردناک عذاب تیار کیا ہے۔''

اے اللہ! قرآن مجید کو ہمارے دلوں کی بہار، سینوں کا نور، پریشانی کا مداوا، غم اور الجھنوں سے نجات کا ذریعہ بنا دے۔ پروردگار عالم! اے ہمارے بزرگ و برتر ربّ! قرآن مجید کی پیاس عطا فرما، اس کی چھاؤں میں جگہ نصیب فرما، اس کی نعمتوں سے سرفراز فرما اور اس کے ذریعے عذاب دور فرما۔ میں اللہ سے مغفرت طلب کرتا ہوں اپنے لیے اور تمام مسلمانوں کیلئے، لہٰذا تم بھی مغفرت طلب کرو، بے شک وہ نہایت معاف کرنے والا اور مہربان ہے۔

''ساری حمد اللہ ہی کے لیے ہے جس نے اپنے بندے پر کتاب نازل کی اور اس

میں کوئی کجی نہیں رکھی ،نہایت سیدھی (بغیر افراط وتفریط کے اتاری) تا کہ وہ اس (اللہ) کی طرف سے سخت عذاب سے ڈرائے اور مومنوں کو بشارت دے جو نیک عمل کرتے ہیں کہ بے شک ان کے لیے اچھا اجر ہے۔میں اللہ کی حمد بیان کرتا ہوں ،اسی کا شکر بجالاتا ہوں اور گواہی دیتا ہوں کہ عبادت کے لائق وہی اکیلا پروردگار ہے،اُس کا کوئی شریک نہیں،اس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا تا کہ ساری دنیا کو اس کے ذریعے باخبر کیا جائے اور میں شہادت دیتا ہوں کہ بے شک ہمارے نبی حضرت محمد ﷺ اس کے بندے اور رسول ہیں اور آپ کے اخلاق کریمانہ قرآن کا پرَتو تھے۔اللہ نے آپ کو دنیا کیلئے ہادی،بشیر،نذیر اور اللہ کی بندگی کی دعوت دینے والا روشن چراغ بنا کر بھیجا۔اللہ کی رحمتیں اور سلامتی ہو آپ ﷺ پر، آپ کی آل پر اور آپ کے اُن اصحاب پر جو قرآن کی اتنی قدر کرتے تھے کہ دس آیات سے آگے اس وقت تک نہیں بڑھتے تھے جب تک کہ ان کا مکمل احاطہ نہ کرلیں اور ان پر عمل پیرا نہ ہو جائیں۔‘‘

حمد وصلوٰۃ کے بعد:

اللہ کے بندو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور جان لو کہ بہترین بات اللہ کی کتاب ہے اور بہترین راستہ نبی کریم ﷺ کا راستہ ہے اور بدترین بات دین میں نئی بات شروع کرنا ہے اور ہر نئی بات بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے۔

برادرانِ اسلام! دنیا کی سرفرازی و سرخروئی اور آخرت کی فلاح و نجات اسی کتاب کے حاملین کے لیے ہے۔اس پر قرآن وسنت کے بہت سے دلائل ہیں، جیسے صحیح مسلم کی روایت ہے،حضرت عمرؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے ارشادفرمایا:

’’ بے شک اللہ تعالی اس کتاب کے ذریعے کچھ قوموں کو بلندی عطا فرماتا ہے (جو اس کی قدر کریں)اور کچھ لوگوں کو ذلیل کرتا ہے (جو اس کی ناقدری کریں۔)‘‘

صحیح بخاری کی روایت میں ہے، حضرت عثمانؓ فرماتے ہیں کہ رسول اکرمﷺ نے ارشاد فرمایا:

"تم میں بہترین آدمی وہ ہے جو قرآن مجید کا علم سیکھے اور دوسروں کو سکھائے۔"

حضرت ابن عمرؓ نے نبی کریمﷺ سے روایت کی ہے کہ آپﷺ نے ارشاد فرمایا:

"دو آدمی قابل رشک ہیں: ایک وہ جسے اللہ نے قرآن کا علم دیا اور وہ رات اور دن کی گھڑیوں میں اس کی تلاوت کرتا ہے اور دوسرا وہ آدمی جسے اللہ نے دولت عطا کی اور وہ اس کے راستے میں رات اور دن کی گھڑیوں میں اسے خرچ کرتا ہے۔"

حاملین قرآن کی فضیلت اور ان کے بلند مقام و مرتبے کے متعلق بہت سی احادیث وارد ہوئی ہیں۔ حضرت ابوامامہؓ سے مروی ہے، انہوں نے کہا کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"تم قرآن پڑھو، بے شک یہ قیامت کے دن اپنے پڑھنے والوں کے لیے سفارشی بن کے آئے گا۔"

حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ میں نے رسول اللہﷺ کو یہ فرماتے ہوئے سنا ہے:

"قرآن کا ماہر (قیامت کے دن) لکھنے والے معزز نیکوکار فرشتوں کے ساتھ ہوگا اور ایسا شخص جو قرآن کی تلاوت کرتا ہے اور اس میں اٹکتا ہے اور وہ اس پر دشوار ہے، اسے دوگنا ثواب ملے گا۔"

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اکرمﷺ نے فرمایا:

"جو شخص کتاب اللہ کا ایک حرف پڑھے گا اس کو ایک نیکی ملے گی اور ہر نیکی دس نیکیوں کے برابر شمار ہوگی، میں یہ نہیں کہتا کہ (**الم**) ایک حرف ہے بلکہ الف ایک حرف

شمار ہوگا، لام دوسرا حرف اور میم تیسرا حرف ہوگا۔"

حضرت عبداللہ بن عمرو بن عاصؓ نے نبی کریمﷺ سے روایت کی ہے کہ آپ نے ارشاد فرمایا

"قیامت کے دن صاحبِ قرآن سے کہا جائے گا کہ تم قرآن پڑھتے جاؤ اور اوپر چڑھتے جاؤ۔ جس طرح دنیا میں تلاوت کیا کرتے تھے اسی طرح تلاوت کرتے چلے جاؤ۔ جہاں تم آخری آیت کی تلاوت کرو گے وہی تمہارا مقام ہوگا۔"

یعنی جتنا قرآن زیادہ ہوگا جنت کے اتنے ہی اعلیٰ درجات عطا کیے جائیں گے۔ کاش ! مسلمان اس حقیقت کو پہچانتے اور اس قدر عظیم الشان اجر حاصل کرنے کی کوشش کرتے۔ یہ یقیناً قابل رشک اور باعث سعادت بات ہے۔ اس کی عظمت کے مقابلے میں ساری دنیا اور اس کا سارا عیش وعشرت ہیچ اور نا قابلِ توجہ ہے۔ عزیز بھائیو! اپنے ربّ کی اس کتاب کی قدر کرو، اس سے وابستہ ہو جاؤ، اِسے اپنی زندگی کا دستور بنا لو، یہی عظمت مآب کتاب ہے جس کے ذریعے سے تم اپنی عظمتِ رفتہ حاصل کر سکتے ہو۔

"اور اللہ کے لیے یہ (کام) کچھ بھی مشکل نہیں۔"

"اور اگر تم پھرو گے تو اللہ تمہارے سوا دوسرے لوگ بدل لائے گا، پھر وہ تم جیسے (نافرمان) نہ ہوں گے۔"

درود وسلام پڑھیے! نبیوں کے سردار حضرت محمد مصطفیٰﷺ پر، جس کا پروردگارِ عالم نے اپنی مقدس کتاب میں ہمیں حکم دیا ہے:

"بلاشبہ اللہ اور اس کے فرشتے نبی پر رحمت و درود بھیجتے ہیں، اے ایمان والو! تم بھی اس پر درود وسلام بھیجو اور خوب سلام بھیجو۔"

روحانی حاجات بغیر دُعا کے پوری نہیں کی جاتیں

(ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰؒ)

انسان کی حاجات دو طرح کی ہوتی ہیں: مادّی اور روحانی۔ جہاں تک مادّی ضروریات کا تعلق ہے اُن کے متعلق اللہ تعالیٰ مومن و کافر میں عابد و فاسق میں یا انسان اور کسی دوسری مخلوق کے درمیان کوئی امتیاز خاص نہیں فرماتے۔ جب اللہ تعالیٰ نے پیدا فرمایا تو اب زندگی سے متعلق مادّی ضروریات کا ذمہ بھی خود لے لیا۔ قرآن مجید میں ہے:

''کوئی جاندار ایسا نہیں ہے جس کا رزق اللہ تعالیٰ کے ذمہ نہ ہو''۔

رزق اور دنیوی دولت کے عطا فرمانے میں اس بات کا کوئی فرق نہیں رکھا کہ آیا یہ شخص مانگ بھی رہا ہے یا نہیں۔ بن مانگے بے حساب دے رہے ہیں۔ کافر کو مومن سے زیادہ دے دیتے ہیں۔ فاسق کو اتنا دے دیتے ہیں کہ وہ غرور نفس ہی میں مبتلا ہو جاتا ہے۔ اور بے چارے عابد کے گھر فاقے پر فاقہ آ رہا ہے۔ اس کا سبب یہ ہے کہ دنیا کی ساری دولت اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت نہیں رکھتی بلکہ اکثر و بیشتر یہ وبال ثابت ہوتی ہے۔

اس کے برعکس انسان کی کچھ روحانی ضرورتیں ہیں۔ مثلاً راہ ہدایت سے دل و دماغ کا مانوس ہونا' ایمان کا دل میں اتر جانا' اللہ تعالیٰ اور اس کے محبوب بندوں کی محبت کا دل میں بیٹھ جانا' نیکی کی توفیق اور برائیوں سے نفرت پیدا ہونا اور بالآخر اللہ تعالیٰ کی رضا اور قرب کا حاصل ہونا۔ یہ سب باتیں دنیوی جاہ و دولت کی طرح بے قیمت نہیں ہیں۔ اصل دولت

یہی ہے لیکن یہ دنیوی دولت کی طرح از خود میسر نہیں آتی ۔ یہ ایسی قیمتی اور مہنگی متاع ہے کہ بغیر مانگے نہیں ملتی ۔ اس متاع کو حاصل کرنے کیلئے ناک اور ماتھا رگڑنا پڑتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات جہاں بے نیاز ہے' وہاں بے حد غیور بھی ہے۔ اس نے از راہِ عنایت ورحمت اپنی دولت انبیاء کرام کے ذریعہ عام لوگوں تک پہنچائی ۔ لیکن شرط یہ لگا دی کہ یہ قیمتی دولت صرف انہی کو ملے گی جو اس کے قدر دان ہوں گے ۔ ہدایت صرف انہی لوگوں کو مل سکے گی جو اس کی طلب اور پیاس رکھتے ہوں گے ۔ وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کی بھیجی ہوئی ہدایت کی ضرورت ہی محسوس نہ کرتے ہوں' اللہ تعالیٰ کو بھی ہرگز ضرورت نہیں ہے کہ ان بے قدر لوگوں کے دلوں میں ہدایت ٹھونس دے۔ اگر انہیں اللہ تعالیٰ کے قرب و رضا کی ضرورت نہیں ہے تو اس غیور و بے نیاز کو کیا ضرورت ہے کہ ایسے دل کے اندھوں کو اپنا قرب نصیب فرمائے ۔ یہی بات قرآن مجید میں یوں ارشاد فرمائی:

''کیا ہم یہ ہدایت تمہارے سرتھوپ دیں گے' خواہ تم اسے حاصل کرنا بھی نہ چاہو۔

دفع مصائب کا بہترین ذریعہ:

اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ انسان پر جب کوئی اچانک تکلیف یا ناگہانی مصیبت آتی ہے' خواہ جنگل میں اور خشکی میں خواہ سمندر میں اور پانی کی موجوں میں ہر جگہ اللہ ہی مصیبت سے نجات دیتا ہے۔ فرمایا:

''اے نبی! فرما دیجئے کہ اللہ تعالیٰ ہی تمہیں اس تکلیف اور ہر ایک سختی سے نجات عطا فرماتا ہے۔'' اور ایک اور جگہ ارشاد ہے: ''کون ہے جو اس پکارنے والے کی دعا سنتا ہے اور قبول فرماتا ہے جو تکلیف سے بے قابو ہو رہا ہے۔''

یہی وجہ ہے کہ رسول ﷺ فرماتے ہیں: اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے بڑھ کر کوئی اور چیز قابل

قدر و وقعت نہیں ہے۔ ایک اور جگہ حضور ﷺ نے فرمایا کہ بلاشبہ دعا نفع دینے والی ہے اس بلا میں بھی جو آ چکی ہے کہ دعا سے وہ دور ہو جائے گی اور اس مصیبت میں بھی جو ابھی نہیں آئی کہ دعا کی برکت سے وہ ٹل جائے گی۔

مصائب کے دفع کرنے میں دعا کو اس قدر دخل ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: ''تقدیر کو صرف دعا ہی ٹال سکتی ہے۔'' اس حدیث شریف سے اس عام غلط فہمی کا ازالہ بھی ہو گیا کہ دعا ایک طفل تسلی ہے کہ کیا اس سے تقدیر بدل جائے گی۔ جب خود تقدیر ساز نے ہمیں دعا کرنے کا حکم فرمایا اور ہمیں دعا کرنے کا مکلف ٹھہرا دیا تو اب مزید تردد کی گنجائش ہی کہاں باقی رہی۔

یہی مسئلہ حضور ﷺ کے سامنے بھی پیش کیا گیا تھا جس پر آپ نے واضح طور پر ارشاد فرما دیا کہ تم اس خیال سے کہ جو کچھ ہونا ہے وہ ہو کر رہے گا' دعا مت چھوڑ دیا کرو۔ دعا کرتے رہا کرو اس لئے کہ دعا کے ذریعہ مصیبت کا ٹل جانا اور تقدیر کا بدل جانا بھی تقدیر کا ہی حصہ ہے۔ قضائے نافذ اور دعائے مستجاب دونوں حکمت الٰہی کی شکلیں ہیں۔ نبی ﷺ کے یہ دعائیہ الفاظ بھی اس نکتہ کو عمدگی سے حل کرتے ہیں۔ کہ (اے اللہ ہم تجھ سے فیصلے اور تقدیر کو رد کرنے کا سوال نہیں کرتے' بلکہ فیصلہ میں نرمی کا سوال کرتے ہیں۔

قبولیت دُعا:

قبولیت دُعا کے بارے میں یہ تصور ٹھیک نہیں ہے کہ دُعا وہی موثر ہے جو دستی ہنڈی کی طرح مقبول اور مطلوب بلا کم و کاست وصول ہو جائے۔ دراصل ایک بندے کیلئے یہی کافی ہے کہ وہ ہر حالت میں اللہ تعالیٰ کے حضور گڑ گڑاتا رہے۔ حضرت عمرؓ کا قول ہے:

''مجھے قبولیت دعا کی فکر نہیں' مجھے صرف دعا کی فکر ہے۔ جب دعا کی توفیق نصیب

ہوگئی تو قبولیت بھی اس کے ساتھ حاصل ہوجائے گی۔"

یہ شبہ پیدا ہوسکتا ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا فرمان یہ ہے کہ تم مجھ سے مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا تو اللہ تعالیٰ کا قبولیت دعا کا یہ وعدہ کئی جگہوں میں پورا ہوتا بظاہر نظر نہیں آتا' بعض دفعہ اچھے اچھے بزرگوں کی دعا قبول نہیں ہوتی۔

اگر دعا مانگنے والا کوئی آخرت کی نعمت مانگے جس میں بندہ کیلئے بھلائی ہی بھلائی ہے وہ تو مانگی ہوئی چیز مل جاتی ہے لیکن اگر وہ کوئی دنیا کی چیز مانگے تو کبھی وہ ملتی ہے اور کبھی نہیں ملتی۔ یا بندے کا علم محدود ہے' اکثر وہ کسی چیز کو اپنے لئے مفید سمجھتا ہے' حالانکہ اس کے لئے مضر ہوتی ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ جو عالم الغیب ہے اس کی مضرت کو جانتا ہے اس لئے بندہ کو وہ چیز نہیں دیتا۔"

اس کی مثال ایسی ہے جیسے باپ اپنے بچے کو کبھی پیسے دے دیتا ہے اور کبھی (مثلاً بیماری کی حالت میں اسے خطرہ ہو کہ بچہ بدپرہیزی کر کے بیماری کو بڑھا دے گا) نہیں دیتا بلکہ اس وقت پیسوں سے بہتر کوئی اور قیمتی چیز بطور دوا یا غذا کے یا کوئی اور بہتر چیز جو بچے کے لئے مفید ہو' بچے کو دے دیتا ہے۔ ربّ کریم بھی اس طرح بندہ کو خالی ہاتھ نہیں جانے دیتا بلکہ یا تو دنیا ہی میں اس سے کسی برائی کو دفع کر کے اس کی مکافات کر دیتا ہے یا اس کے بدلے آخرت کی نعمتوں میں سے کوئی نعمت عطا فرما دیتا ہے۔ اس کے علاوہ اللہ مانگنے والے کے دل میں اطمینان و سکون اور تسلی و قوت بھی پیدا کر دیتا ہے جس سے اس کی وہ پریشانی جو مطلوب کے فوت ہو جانے سے پیدا ہو جاتی ہے، جاتی رہتی ہے۔ یہ اثر اللہ تعالیٰ کی اس توجہ خاص کا ہوتا ہے جو حق تعالیٰ کو دعا کرنے والے بندے کی طرف ہو جاتی ہے اور یہی توجہ خاص اجابت (قبولیت دعا) کا وہ یقینی درجہ ہے جس کا وعدہ حق تعالیٰ نے دعا مانگنے والے کیلئے فرمایا ہے:

چنانچہ حدیث شریف ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: جب کوئی مسلمان کوئی ایسی دعا کرتا ہے جس میں گناہ اور قطع رحمی کی درخواست نہ ہو تو اللہ تعالیٰ تین چیزوں میں سے ایک چیز یقیناً اسے عطا فرما دیتے ہیں یا بہ عجلت اس کی دعا قبول کر لی جاتی ہے یا آخرت کیلئے ذخیرہ بنا دی جاتی ہے۔(یعنی اس دعا کے بدلہ آخرت میں کوئی نعمت عطا فرمائی جائے گی) یا اس سے اس حیثیت کی برائی دفع کر دی جاتی ہے۔ایک اور حدیث شریف میں ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو وہ سب دعائیں جو قبول نہیں ہوئی تھیں' ایک ایک کر کے یاد دلائیں گے اور ہر ہر دعا کے ساتھ فرمائیں گے کہ میں نے تمہاری فلاں فلاں دعا کے بدلے تمہیں اب یہ نعمت عطا فرمائی ہے۔فلاں دعا کے بدلے فلاں نعمت عطا فرمائی ہے اور وہ نعمتیں اس کی ان بظاہر غیر مقبول دعاؤں کے مقابلے میں اتنی زیادہ ہوں گی کہ بندہ اس وقت حسرت کرے گا کہ اے کاش! دنیا میں اس کی کوئی دعا قبول نہ ہوئی ہوتی۔حدیث شریف میں ہے کہ صحابہ کرام نے یہ سن کر عرض کیا''تب تو ہم بہت بہت دعا مانگا کریں گے۔''حضور ﷺ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کے خزانے میں بھی کمی نہیں۔وہ اس سے کہیں زیادہ ہے کہ اس میں کوئی کمی بیشی آئے

نماز کی محبت نے مسلمان ہونے پر مجبور کر دیا

(ابو طلحہ محمد اظہار الحسن محمود)

ایک انگریز تاجر کی مسجد میں آمد و رفت تھی وہ جب بھی مسجد میں آتا بڑے شوق سے وضو کرتا نہایت ہی انکساری سے نماز پڑھتا بہت دیر تک سجدہ میں گرا رہتا اور ایسی محویت کے ساتھ دعا کرتا کہ پاس بیٹھے ہوئے لوگ اس کے سوز گداز کو محسوس کرتے۔ایک دن مسجد کے امام صاحب نے پوچھا: آپ کے قبول اسلام کا سبب کیا ہے؟ انگریز نے جواب دیا ''نماز کا جادو'' یعنی نماز کی کشش امام صاحب نے پوچھا مگر نماز تو آپ نے قبول اسلام کے بعد پڑھی ہوگی؟ اس نے جواب دیا: نہیں! میری نماز پہلے تھی اور قبول اسلام بعد میں ہوا۔امام صاحب نے پھر کہا یہ بڑی عجیب بات ہے۔ذرا تفصیل سے آپ بتانا چاہیں گے کہ اسلام سے پہلے نماز تک آپ کی رسائی کیسے ہوئی؟

اس پر اس نے کہا: امام صاحب! میرے قبول اسلام کا واقعہ یقیناً بڑا عجیب ہے وہ اس طرح کہ 1912ء سے میں مشرقی افریقہ کے برطانوی علاقہ کینیا میں آباد ہوں اور وہاں میری بہت بڑی تجارت ہے مذہبی اعتبار سے میں پروٹسٹنٹ عیسائی تھا اور اپنے عقیدہ میں بہت سخت تھا۔کاروبار کے سلسلہ میں میرے وقت کا بڑا حصہ بیرون ملک کے سفر میں گزرتا تھا لیکن کاروبار کی سخت مشغولیت بھی مجھے انجیل کے مطالعہ اور مذہبی جلسوں کی شرکت سے باز نہ رکھتی تھی۔انجیل کا ایک نسخہ ہر وقت میرے ساتھ ہوتا تھا اور میرا اعتقاد تھا کہ میری روح کا زیور یہی ہے۔

امام صاحب! اس دوران مجھے مصر جانے کا اتفاق ہوا اور وہاں پہلی مرتبہ میں نے

اسلام کے تاریخی مقامات کی سیاحت کی میں نے دریائے نیل دیکھ کر فرعون کی پوزیشن سمجھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعے کی حقیقی صورت سے بھی آگاہ ہوا۔۔میں نے وہاں کے مشہور تاریخی اور دینی ادارے جامعہ الازہر کی زیارت کی ،مسجد محمد علی کبیر ،مسجد محمد حسین کو دیکھا ان زیارتوں کا میرے دل پر خاص اثر ہوا اس کے بعد میں کثرت سے مصر جانے لگا۔آہستہ آہستہ میری یہ حالت ہوگئی کہ میں جب بھی کاروبار سے ذرا فارغ ہوتا ایک اندرونی جذبہ میرے دل کو پکڑ لیتا اور کشاں کشاں مجھے اسلامی مسجدوں میں لے جاتا۔میں وہاں خدا پرستی کی کچھ ایسی دل نواز کیفیتیں دیکھتا تھا کہ جن سے دل کبھی سیر نہ ہوتا تھا۔

وہاں ایک شخص ایک اونچے مینار پر کھڑا ہو جاتا اور نہایت دلکشی کے ساتھ ایک روحانی گیت گاتا۔یعنی اذان جس سے مسجد کی فضائیں جھومنے لگتیں اس کے بعد امیر اور غریب، گورے اور کالے، چھوٹے اور بڑے سب مسلمان جوق در جوق مسجد میں داخل ہوتے عمامے اور عبائیں اتار کر ننگے پاؤں پانی والے حوض کے گرد بیٹھ جاتے پھر یہ لوگ اپنا ہاتھ منہ دھوتے دانت صاف کرتے میں دیکھتا کہ ہر مسلمان جسم کے ان تمام حصوں کو جہاں گرد پڑ سکتی ہے یا جس سے کاروبار کے وقت کام پڑتا بڑی احتیاط سے کئی مرتبہ دھو کے صاف اور اجلا کر لیتا اس کے بعد سب لوگ حوض سے اٹھتے اور قطاریں بنا کر مسجد کے دالان میں بڑی محبت سے بیٹھ جاتے۔

اس کے بعد پھر وہی گیت یعنی اقامت کہی جاتی اور تمام حاضرین نہایت ہی ادب اور وقار کے ساتھ صفیں بنا لیتے۔یہ منظر دیکھ کر مجھے میدان جنگ کی منظم اور مرتب صفیں یاد آجاتیں پھر نماز شروع ہو جاتی اور تمام مسجد میں ہیبت وجلال اور سکون وسکوت کی کیفیتیں چھا جاتیں ،پھر دل لبھا دینے والے رکوع وسجود کے مناظر میری آنکھوں کو دیکھنے کے لیے ملتے

یہ مناظر ایسے موثر ہوتے تھے کہ جس شخص میں ذرا بھی عقل واحساس موجود ہو وہ ان سے متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا ان چیزوں کا لازمی طور سے دل پر اثر پڑتا تھا اور دیکھنے والے کو اللہ کی شان نظر آتی تھی اور انسان محسوس کرتا تھا کہ گویا میں اس دنیا سے بلند ہو کر کسی دوسرے عالم میں کھچا چلا جارہا ہوں۔

سچ پوچھیے ! نماز کی دلکشی اور جاذبیت کا اثر گویا جادو کی طرح میرے دل پر اثر انداز ہورہا تھا اور نماز کے عمل کی خوشنمایوں نے میرے دل کو جیت لیا سجدہ ریز ہونے نے میری فطرت کو زیر کرلیا جب وہ حوض کے کنارے بیٹھتے تو مجھے حسرت ہوتی کہ کاش میں ان کے ساتھ شامل ہوسکتا جب وہ قطاریں باندھتے تو میں خیال کرنے لگتا اے کاش میں بھی دوڑ کر ان کے ساتھ مل جاؤں جب وہ سجدے میں گرتے تو میرا دل بیٹھ جاتا کہ میں ان کے ساتھ کیوں شامل نہیں؟ میں مسجد میں خوشی کے ساتھ داخل ہوتا تھا لیکن جب نماز کے بعد واپس لوٹتا تو محسوس کرتا تھا کہ گویا دوسروں کے دامن مرادپھولوں سے بھرے ہیں اور میرا دامن خالی ہے اسلام نے نماز کی خوشنمائی کی راہ سے مجھ پر حملہ کیا اور مجھ پر اسلام کا عمل تسخیر شروع ہوگیا نماز کے دل گداز نظارے اور اسلامی عبادت کی روح پرور کیفیتیں مجھ میں اسلام کی کشش بھرنے لگیں اور میرے آبائی عقائد میں ضعف آنا شروع ہوگیا۔ میں اکثر دل کے چمن کو شکوک کے کانٹوں سے پاک کرنے کی کوشش کرتا تھا لیکن میری یہ تمام کوششیں بے کار تھیں۔ مجھ پر حضرت محمد ﷺ کی دینی علوم کی خواہش غالب آ گئی اور اب میں مطالعہ اسلام کے لیے بہت بے چین ہوگیا۔

میں اسلامی تعلیمات کا بڑے غور سے مطالعہ کرنے لگا جس قدر میرا مطالعہ بڑھا اسی قدر میرے شوق کا دامن پھیلتا چلا گیا آخر میں نے یہ فیصلہ کیا کہ مجھے عربی زبان ضرور

سیکھنا چاہیے اسی دھن میں کئی سال گزر گئے جس قدر اسلام کے متعلق میری بحث وتحقیق کا سلسلہ بڑھتا چلا گیا اسی قدر میری روحانی پیاس بڑھتی چلی گئی۔ آخر کار میں پوری طرح اسلام کی طرف مائل ہوگیا۔ ایک دن میں نے اذان سنی ...ناگہاں کسی چیز نے میرے دل کو کھینچا اور میں نمازیوں کی صف میں شامل ہوگیا۔

الحمد اللہ! اب میں پورے طور پر مسلمان ہوں اور میری رائے ہے کہ کوئی دین اور مذہب اسلام کا مقابلہ نہیں کرسکتا۔ ایک نماز ہی کو لیجیے صرف اس ایک چیز میں ایسے لطیف، عجیب اور عظیم الشان سبق موجود ہیں جو ساری دنیا کی نجات اور رہنمائی کے لئے کافی ہیں۔ اس میں لطافت اور پاکیزگی ہے۔ اس میں غسل ووضو کے پاکیزہ ضابطے ہیں، اس میں عجیب قسم کی ورزش ہے، اس میں اتحاد واجتماع ہے، اس میں مساوات وہمدردی ہے، نظم وضبط وقت کی پابندی ہے ان خوبیوں کے بعد یہ بہترین عبادت ہے۔ اس کے علاوہ نماز میں امام کی اطاعت اور اہل اسلام کے لئے اجتماعی نظام کا راز بھی پوشیدہ ہے۔ باقی رہے بندے کا خدا سے راز و نیاز کا سلسلہ تو یہ ایک ایسا کرشمہ ہے جسے ہم محسوس تو کر سکتے ہیں مگر بیان نہیں کرسکتے۔

اسلام ۔موجودہ مسائل کا حل

(پیر خان توحیدی)

اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کرنے کا نام اسلام ہے۔حضور سرور کائنات کی تعلیم کے مجموعے کا نام اسلام ہے۔اسلام وہ سیدھا دین ہے جسکی عام فہم تعلیم ہر ایک کی سمجھ میں بآسانی آسکتی ہے۔اسلام وہ دین ہے جوانسان کی سرشت کو بیان کرتا ہے اور ایسے احوال بتاتا ہے جن میں تبدیلی ناممکن ہے۔اسلام وہ دین ہے جوانسان کوساری کائنات کا سردار بناتا ہے اور بندوں کا تعلق اپنے اللہ سے مضبوط اور مستحکم کرتا ہے اسلام وہ دین ہے جوانسان کو اللہ کے حضور ذلیل اور عاجز بندہ بننے کی تعلیم دیتا ہے قوموں اور ملکوں کو متحد اور متفق بنا کر ان میں مساوات قائم کرتا ہے اسلام ہی وہ دین ہے جس کے اصول عیسائیوں ،یہودیوں ، بت پرستوں،منکروں ملحدوں،توہم پرستوں اور فسطائیوں کے اصولوں پر غالب آئے۔

اس وقت دنیا میں تقریباً ستر کے قریب مسلم ممالک کی تعداد ہے جہاں تقریباڈھائی ارب کے قریب مسلمان بستے ہیں بہت سارے مسلمان دیگر ممالک میں بسلسلہ روزگار سکونت پذیر ہیں لیکن افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ ہر جگہ اور ہر ملک میں مسلمان کو اچھی نگاہ سے دیکھا نہیں جاتا۔آئے دن ریڈیو، ٹی وی اور دیگر ذرائع نشر واشاعت سے پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں کو ہر جگہ ذلیل وخوار کیا جاتا ہے اوران کے ممالک میں قتل وغارت کے بازار گرم ہیں۔فحاشی اور عریانی عام ہے مسلمانوں کو مسلمانوں سے لڑایا جارہا ہے۔ان کی طاقت کو کمزور کیا جارہا ہے اوران کے مسائل کو بڑھایا جارہا ہے۔یہ سب کچھ ہونے کے باوجود مسلمانوں کے اندر نہ تو قومی غیرت جاگتی ہے اور نہ مسلمانی جذبہ ابھرتا نظر آتا ہے یہ اپنی

ایمانی قدروں کوبھول گئے ہیں غیروں کے طرز زندگی کواپنانا فخراور بڑائی جانتے ہیں۔

دنیا کا خواہ کوئی بھی معاشرہ ہوکوئی بھی ملک ہواگر وہ زندہ رہنااورترقی کرنا چاہتا ہےتو اس کے لئے ضروری ہے کہ وہ اپنے فکری تسلسل کوبرقرار رکھےاوراگر ایسانہیں کرسکتاتو وہ اپنی اجتماعی حیثیت کھوبیٹھتا ہےاورتنزل کا شکارہوجاتا ہے۔آج دنیا ترقی کے راستہ پر گامزن ہےمسلم ممالک بھی بڑی تیزی سےترقی کررہے ہیں۔تعلیم،صنعت وحرفت اورمختلف شعبوں میں اپنانام تو پیدا کرلیا ہےلیکن اللہ کوبھول گئے ہیں اس کی اطاعت،عبادت اوراس کی فرمانبرداری سے منحرف ہوئے جاتے ہیں جسکی وجہ سےان سارے ممالک کوزبردست بگاڑ نے اپنی لپیٹ میں لےلیا ہے۔یہ عظیم کائنات اللہ نے انسان کے لئے پیدا کی ہےاورانسان کواپنی اطاعت عبادت اورریاضت کے لئے پیدا کیا ہےلیکن انسان اپنے حقیقی مقصد کوبھول کرغلط رخ پرچل نکلا ہےاورحرص وہوس نے انسانی ذہن کواپنے شکنجہ میں لےلیا ہے وہ چاہتا ہے کہ دنیا کی ساری دولت اس کے ہاتھ آجائےاس کے لئے وہ ہرقسم کے غلط طریقے اور ہتھکنڈےاستعمال کرتا ہے لاکھوں کروڑوں روپےجمع کرکےبھی اسےتسلی حاصل نہیں ہوتی اورمزید دولت حاصل کرنے کی حرص بڑھتی ہی چلی جاتی ہےجسکی وجہ سےانسانی مسائل میں اضافہ ہوتا جارہا ہے۔

ایسے حالات میں جب ساری دنیا کےمسلمانوں پرظلم وزیادتی،قتل وغارت،فرقہ پرستی اوردہشت گردی کے بادل منڈلاتے دیکھائی دیتے ہیں،نہ کسی کی جان محفوظ ہےاورنہ کسی کا مال۔ہرطرف لوٹ ماراورکرپشن کازور ہےتو اسلام ہی ایک راستہ ہےجسکے ذریعہ نجات حاصل ہونے کے امکان ہیں۔اسلام چونکہ ایک مکمل ضابطہ حیات ہے۔اسلام ہی امن وآشتی کاعلمبردار ہےاوراسلام ہی اس بگاڑ کاواحد علاج ہےاسلام سب سے پہلے اس

بات پر زور دیتا ہے کہ انسان جو خدا کو بھول گیا ہے وہ خدا کی طرف پلٹ آئے کیونکہ خدا ہی اس کائنات کا مالک ہے اور اللہ کی ہی اس کائنات پر حکومت ہے اس کا انکار بہت بڑی حقیقت کا انکار ہے اور کسی بھی حقیقت کے انکار کے بعد انسان جو رویہ بھی اختیار کرے وہ غلط رویہ ہوگا اس لئے اس کی پہلی تعلیم ہی یہ ہے کہ انسان خدا کو مانے اور یہ اقرار کرے کہ دنیا پر اسی کی حکومت اور فرمانروائی ہے۔ میں اس کا بندہ ہوں اور مجھے اپنا تعلق اس سے جوڑنا چاہیے ،ہر شعبہ میں اس کے احکامات کی اطاعت اور فرماں برداری کرنی چاہیے۔اللہ کے رسول ﷺ اسی لئے دنیا میں آئے اور اپنے دور اور ماحول کی اصلاح کا فرض انجام دیتے رہے۔اس کے ساتھ اسلام یہ بھی بتاتا ہے کہ اللہ کا بندہ بننے کے بعد انسان کو کیسی زندگی گزارنی چاہیے اس کا عقیدہ کیا ہو اللہ کا شکر کیسے ادا کرے اس کی عبادت کیسے کرے۔ کس طرح اخلاق کا پابند رہے اور لوگوں کے ساتھ کیسا رویہ اختیار کرے تیسری بات یہ بتاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی نگرانی کررہا ہے اور دیکھ رہا ہے کہ وہ کیسے اعمال کررہے ہیں اور کس طرح کی زندگی بسر کررہے ہیں۔موت کے بعد وہ اپنے بندوں کا حساب لے گا اور ان کے اعمال کی جزا وسزا دے گا۔اسلام کی ایک بنیادی تعلیم یہ بھی ہے کہ زمین میں فساد نہ ہونے دو کیونکہ اللہ نے جو کائنات بنائی ہے اس میں کہیں بھی کوئی فساد اور بگاڑ نہیں۔اسلام دنیا کی اصلاح کے لئے ضروری قرار دیتا ہے کہ انسانوں کے اندر مساوات ہو۔عدل ہو،انصاف ہو اور اللہ کے نزدیک بہتر انسان وہ ہے جس کے اندر تقویٰ ہو جو خدا سے ڈرے وہی برتر اور افضل ہے۔

اسلام قیام عدل کا حکم دیتا ہے کیونکہ عدل و انصاف کے بغیر کوئی معاشرہ ترقی نہیں کرسکتا بلکہ اس کا وجود بھی باقی نہیں رہتا۔قرآن مجید بھی تاکید کرتا ہے کہ ہر ایک کے ساتھ انصاف کرو یہاں تک کہ دشمن کے ساتھ بھی انصاف کیا جائے لیکن آج انصاف ناپید ہوگیا ہے

عدل ہمارے ہاتھوں سے نکل گیا ہے قتل وغارت عام ہے کسی کو انصاف کے کٹہرے میں نہیں لایا جاتا اور نہ ہی کسی کو انصاف کے مطابق سزا دی جاتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر سو انارکی پھیلی ہوئی ہے، دہشت گردی عام ہے، خوف خدا دلوں سے محو ہو گیا ہے مسلمان مسلمان کا دشمن بن گیا ہے جرائم میں اضافہ ہو گیا ہے اور ملک تباہی کے دہانے پر کھڑا ہے۔

اسلام اللہ کا دین ہے اور یہ دین صرف مسلمانوں ہی کے لئے نہیں ہے بلکہ تمام انسانوں کے لئے ہے اور یہ بات پوری دنیا کے سامنے آنی چاہیے جب تک یہ بات پوری دنیا کے سامنے نہیں آئے گی اس وقت تک اسلام کی صحیح تصویر بھی دنیا کے سامنے نہیں آئے گی۔ جب اسلام کا ذکر ہوتا ہے تو لوگ سمجھتے ہیں یہ مسلمانوں کا مذہب ہے حالانکہ اسلام کے معنی ہیں اللہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا اور جو بھی اللہ کے سامنے سر جھکا دے اور اس کے احکامات کا پابند ہو جائے وہ مسلم ہے کوئی بھی مسئلہ ایسا نہیں جسے انصاف اور مساوات کی بنیاد پر اسلام نے حل نہ کیا ہو۔ یہ دنیا اس وقت عجیب اضطراب کی حالت میں مبتلا ہے چاہے کوئی ترقی یافتہ ملک ہے یا ترقی پذیر یا پسماندہ ملک ہے سب پریشان ہیں اور دنیا امن وسکون سے محروم ہے ان سب کے دکھ درد، اضطراب اور پریشانی کا واحد حل اگر ہے تو اسلام ہے اسی کے ذریعے انصاف قائم ہوگا۔ زمین فساد سے پاک ہوگی انسانوں کی دنیا بھی سدھرے گی اور آخرت بھی اچھی ہوگی۔

کھلی تبلیغ

(غلام مرتضیٰ-اسلام آباد)

اظہار دعوت کا پہلا حکم: اس بارے میں سب سے پہلے اللہ تعالیٰ کا یہ فرمان نازل ہوا۔

وَاَنْذِرْ عَشِیْرَ تَکَ الْاَ قْرَبِیْنَ ۝ (**سورۃ شعراء**)

"آپ ﷺ اپنے نزدیک ترین قرابت داروں کو (عذاب الٰہی سے) ڈرایئے"۔

سورہ شعراء میں سب سے پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام کا واقعہ بیان کیا گیا ہے یعنی یہ بتایا گیا ہے کہ کس طرح حضرت موسیٰ علیہ السلام کی نبوت کا آغاز ہوا۔ پھر آخر میں انہوں نے بنی اسرائیل سمیت ہجرت کر کے فرعون اور قومِ فرعون سے نجات پائی اور فرعون اور آلِ فرعون کو غرق کیا گیا۔ بالفاظ دیگر یہ تذکرہ ان تمام مراحل پر مشتمل ہے۔ جن سے حضرت موسیٰ علیہ السلام، فرعون اور قوم فرعون کو اللہ کے دین کی دعوت دیتے ہوئے گزرے تھے۔

جب رسول اللہ ﷺ کو اپنی قوم کے اندر کُھل کر تبلیغ کرنے کا حکم دیا گیا تو اس موقع پر حضرت موسیٰ علیہ السلام کے واقعہ کی یہ تفصیل اس لئے بیان کر دی گئی تا کہ کھلم کھلا دعوت دینے کے بعد جس طرح کی تکذیب اور ظلم و زیادتی سے سابقہ پیش آنے والا تھا، اس کا ایک نمونہ آپ ﷺ اور صحابہ کرامؓ کے سامنے موجود رہے۔ دوسری طرف اس سورۃ میں پیغمبروں کو جھٹلانے والی اقوام مثلاً فرعون اور قوم فرعون کے علاوہ قومِ نوح۔ عاد، ثمود، قوم ابراہیمؑ، قومِ لوط کا بھی ذکر ہے۔ اس کا مقصد غالباً یہ ہے کہ جو لوگ آپ ﷺ کو جھٹلائیں انہیں معلوم ہو جائے

کہ تکذیب پر اصرار کی صورت میں ان کا انجام کیا ہونے والا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے کس قسم کے مواخذے سے دوچار ہونگے، نیز اہلِ ایمان کو معلوم ہو جائے کہ اچھا انجام انہی کا ہوگا، جھٹلانے والوں کا نہیں۔

قرابت داروں میں تبلیغ

آپ ﷺ نے پہلا کام یہ کیا کہ بنی ہاشم کو جمع کیا ان کے ساتھ بنی مطلب بن عبد مناف کی بھی ایک جماعت تھی، ابولہب نے بات لپک لی اور بولا "دیکھو یہ تمہارے چچا اور چچیرے بھائی ہیں بات کرو لیکن نادانی چھوڑ دو! اور یہ سمجھ لو! کہ تمہارا خاندان سارے عرب سے مقابلے کی تاب نہیں رکھتا اور میں سب سے زیادہ حقدار ہوں کہ تمہیں پکڑ لوں۔ پس تمہارے لئے تمہارے باپ کا خانوادہ ہی کافی ہے۔ اور اگر تم اپنی بات پر قائم رہے تو یہ بہت آسان ہوگا کہ قریش کے سارے قبائل تم پر ٹوٹ پڑیں پھر میں نہیں جانتا کہ کوئی شخص اپنے باپ کے خانوادے کے لئے تم سے بڑھ کر شر (اور تباہی) کا باعث ہوگا۔ اس پر آپ ﷺ نے خاموشی اختیار کر لی اور اس مجلس میں کوئی گفتگو نہ کی۔

اس کے بعد آپ ﷺ نے انہیں دوبارہ جمع کیا اور ارشاد فرمایا "ساری حمد اللہ کے لئے ہے میں اس پر ایمان رکھتا ہوں۔ اسی پر بھروسہ کرتا ہوں اور یہ گواہی دیتا ہوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہ تنہا ہے اس کا کوئی شریک نہیں"۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا "رہنما اپنے گھر کے لوگوں سے جھوٹ نہیں بول سکتا۔ اس خدا کی قسم جس کے سوا کوئی معبود نہیں، میں تمہاری طرف خصوصاً اور لوگوں کی طرف عموماً اللہ کا رسول ہوں۔ بخدا! تم لوگ اسی طرح موت سے دوچار ہو گے جیسے سو جاتے ہو اور اسی طرح اٹھائے جاؤ گے جیسے سو کر جاگتے ہو پھر جو کچھ تم کرتے ہو اس کا تم سے حساب لیا جائے گا۔ اس کے بعد یا تو ہمیشہ کے لئے

جنت ہے یا ہمیشہ کیلئے جہنم"۔

اس پر ابو طالب نے کہا (نہ پوچھو) ہمیں تمہاری معاونت کس قدر پسند ہے! تمہاری نصیحت کس قدر قابل قبول ہے! اور ہم تمہاری بات کس قدر سچی جانتے مانتے ہیں اور یہ تمہارے والد کا خانوادہ جمع ہے اور میں بھی ان کا ایک فرد ہوں۔فرق اتنا ہے کہ میں تمہاری پسند کی تکمیل کیلئے ان سب سے پیش پیش ہوں، لہذا تمہیں جس بات کا حکم ہوا ہے اسے انجام دو۔بخدا! میں تمہاری مسلسل حفاظت اور اعانت کرتا رہونگا۔البتہ میری طبیعت عبدالمطلب کا دین چھوڑنے پر راضی نہیں

ابولہب نے کہا: خدا کی قسم یہ برائی ہے، اس کے ہاتھ دوسروں سے پہلے تم لوگ خود ہی پکڑلو۔ اس پر ابو طالب نے کہا: خدا کی قسم! جب تک جان میں جان ہے ہم ان کی حفاظت کرتے رہیں گے

کوہ صفا پر: جب نبی ﷺ نے اچھی طرح اطمینان کرلیا کہ اللہ کے دین کی تبلیغ کے دوران ابو طالب ان کی حمایت کریں گے تو ایک روز آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر یہ آواز لگائی۔ یَاصَبَاحَاہْ (ہائے صبح) عرب کا دستور تھا کہ دشمن کے حملے سے آگاہ کرنے کے لئے کسی بلند مقام پر چڑھ کر انہیں الفاظ سے پکارتے یہ پکار سن کر قریش کے قبائل آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے اور آپ ﷺ نے انہیں خدا کی توحید، اپنی رسالت اور یوم آخرت پر ایمان لانے کی دعوت دی۔اس واقعہ کا ایک ٹکڑا صحیح بخاری میں ابن عباسؓ سے اس طرح مروی ہے کہ:

جب یہ آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے کوہ صفا پر چڑھ کر قریش کو آواز لگائی شروع کی۔اے بنی فہر! اے بنی عدی! یہاں تک کے سب کے سب اکٹھے ہو گئے حتیٰ کہ اگر کوئی آدمی خود نہ جا سکتا تھا تو اس نے اپنا قاصد بھیج دیا کہ دیکھے

معاملہ کیا ہے ۔غرض قریش آ گئے ۔ابولہب بھی آ گیا۔اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا"تم لوگ یہ بتاؤ! اگر میں یہ خبر دوں کہ ادھر وادی میں شہسواروں کی ایک جماعت ہے جو تم پر چھاپا مارنا چاہتی ہےتو کیاتم مجھے سچامان لو گے۔؟ لوگوں نے کہا، ہاں! ہم نے آپ پر سچ ہی کا تجربہ کیا ہے ۔آپ ﷺ نے فرمایا، اچھاتو میں تمہیں ایک سخت عذاب سے پہلے خبردار کرنے کے لئے بھیجا گیا ہوں۔ اس پر ابولہب نے کہاتو سارے دن غارت ہو،تم نے ہمیں اسی لئے جمع کیا تھا۔اس پر سورہ تبت یَدَآ اَبِیْ لَھَبٍ نازل ہوئی ۔ابولہب کے دونوں ہاتھ غارت ہوں اور وہ خود غارت ہو"۔

ابوہریرہؓ سے روایت کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ جب آیت وانذر عشیرتک الاقربین نازل ہوئی تو آپ ﷺ نے پکارلگائی ۔یہ پکار عام بھی تھی اور خاص بھی آپ ﷺ نے کہا" اے جماعت قریش !اپنے آپ کو جہنم سے بچاؤ۔ اے محمد ﷺ کی بیٹی فاطمہ !اپنے آپ کو جہنم سے بچا کیونکہ میں تم لوگوں کو اللہ (کی گرفت) سے (بچانے کا) کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا۔البتہ تم لوگوں سے نسبت وقرابت کے تعلقات ہیں ۔جنہیں میں باقی اورتر وتازہ رکھنے کی کوشش کروں گا۔

یہ بانگ درا غایت تبلیغ تھی ۔آپ ﷺ نے اپنے قریب ترین لوگوں پر واضح کر دیا تھا کہ اب اس رسالت کی تصدیق پر ہی تعلقات موقوف ہیں اور جس نسلی اور قبائلی عصبیت پر عرب قائم ہیں وہ اس خدائی انذار کی حرارت میں پگھل کر ختم ہو چکی ہے۔

حق کا واشگاف اعلان اور مشرکین کا ردعمل: اس آواز کی گونج ابھی مکہ کے اطراف میں سنائی ہی دے رہی تھی کہ اللہ تعالیٰ کا ایک اور حکم نازل ہوا "آپ کو جو حکم ملا ہے اسے کھول کر بیان کر دیجئے اور مشرکین سے رُخ پھیر لیجئے"۔

اس کے بعد رسول اللہ ﷺ نے شرک کے خرافات کا پردہ چاک کرنا اور بتوں کی حقیقت اور قدر و قیمت کو واشگاف کرنا شروع کر دیا۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ یہ کس قدر عاجز اور نا کارہ ہیں اور دلائل سے واضح فرماتے کہ جو شخص انہیں پوجتا ہے اور ان کو اپنے اور اللہ کے درمیان وسیلہ بناتا ہے وہ کس قدر کھلی ہوئی گمراہی میں ہے۔

مکہ ایک ایسی آواز سن کر جس میں مشرکین اور بت پرستوں کو گمراہ کہا گیا تھا ،غضب سے پھٹ پڑا۔ اور شدید غم و غصہ سے پیچ و تاب کھانے لگا، گویا بجلی کا کڑکا تھا جس نے پرسکون فضا کو ہلا کر رکھ دیا تھا۔ اسی لئے قریش اس اچانک پھٹ پڑنے والے "انقلاب" کی جڑ کاٹنے کے لئے اٹھ کھڑے ہوئے۔ وہ جانتے تھے کہ غیر اللہ کی الوہیت کے انکار اور رسالت و آخرت پر ایمان لانے کا مطلب یہ ہے کہ اپنے آپ کو مکمل طور پر اس رسالت کے حوالے کر دیا جائے۔ اور اس کی بے چون و چرا اطاعت کی جائے ،یعنی اس طرح کہ دوسرے تو درکنار خود اپنی جان اور اپنے مال تک کے بارے میں کوئی اختیار نہ رہے اور اس کے معنی یہ تھے کہ مکہ والوں کو دینی رنگ میں اہل عرب پر جو بڑائی اور سرداری حاصل تھی اس کا صفایا ہو جائے گا اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی مرضی کے مقابل میں انہیں اپنی مرضی پر عمل پیرا ہونے کا اختیار نہ رہے گا۔ قریش اس مطلب کو اچھی طرح سمجھ رہے تھے لیکن مشکل یہ آن پڑی تھی کہ ان کے سامنے ایک ایسا شخص تھا جو صادق اور امین تھا۔ انسانی اقدار اور مکارمِ اخلاق کا اعلیٰ نمونہ تھا ایک طویل عرصے سے انہوں نے اپنے آبا ءو اجداد کی تاریخ میں اس کی نظیر نہ دیکھی تھی اور نہ سنی۔ آخر اس کے بالمقابل کریں تو کیا کریں؟۔

کافی غور و خوض کے بعد ایک راستہ سمجھ میں آیا کہ آپ ﷺ کے چچا ابو طالب کے پاس جائیں اور مطالبہ کریں کہ وہ آپ ﷺ کو آپ کے کام سے روک دیں۔ پھر انہوں نے

اس مطالبہ کوحقیقت کا جامہ پہنانے کے لئے یہ دلیل تیار کی کہ ان کے معبودوں کو چھوڑنے کی دعوت دینا اور یہ کہنا کہ یہ معبود نفع ونقصان پہنچانے یا اور کچھ کرنے کی طاقت نہیں رکھتے در حقیقت ان معبودوں کی سخت تو ہین اور بہت بُری گالی ہے اور یہ ہمارے ان آبا ؤ اجداد کو احمق اور گمراہ قرار دینے کے بھی ہم معنی ہے جو اس دین پر گزر چکے ہیں۔قریش کو یہی راستہ سمجھ میں آیا اور انہوں نے بڑی تیزی سے اس پر چلنا شروع کر دیا۔

قریش سے چند آدمی ابو طالب کے پاس گئے اور بولے "اے ابو طالب! آپ کے بھتیجے نے ہمارے خداؤں کو برا بھلا کہا ہے، ہمارے دین کی عیب چینی کی ہے اور ہمارے باپ دادا کو گمراہ قرار دیا ہے۔لہذا یا تو آپ انہیں روک دیں یا ہمارے اور ان کے درمیان سے ہٹ جائیں"۔اس کے جواب میں ابو طالب نے نرم بات کہی اور رازدارانہ لب ولہجہ اختیار کیا۔چنانچہ وہ واپس چلے گئے اور رسول اللہ ﷺ اپنے سابقہ طریقہ پر رواں دواں رہتے ہوئے اللہ کا دین پھیلانے اور اس کی تبلیغ کرنے میں مصروف رہے۔

(اقتباس از الرحیق المختوم مولفہ مولانا صفی الرحمٰن مبارکپوری)

قوموں کا عروج وزوال اور نظریہ اقبالؒ

(عبدالرشید ساھی)

بے معجزہ دنیا میں ابھرتی نہیں قومیں
جو ضرب کلیمی نہیں رکھتا وہ ہنر کیا!

فارسی زبان کی مشہور ضرب المثل ہے: یعنی ہر عروج کو زوال اور ہر زوال کو عروج ہے۔اس فلسفہ کے تحت قوموں اور تہذیبوں کا عروج وزوال بھی ایک فطری عمل ہے جس میں ہر دور کے اعتبار سے کئی اسباب وعوامل کارفرما ہوتے ہیں۔انسانی تاریخ قوموں کے عروج و زوال کی ان گنت مثالوں سے بھری پڑی ہے۔مثلاً بنی اسرائیل دنیا کی معزز اور معتبر قوم رہی ہے جس پر انعامات خداوندی کی کثرت سے فراوانی تھی لیکن جب وہ نفس پرستی، اخلاقی طور پر دیوالیہ پن اور قوانین و حدود الٰہی سے بغاوت کی مرتکب ٹھہری تو مفتوح و مغلوب ہوگئی ۔قرآن کریم نے قوموں کے عروج وزوال کا فلسفہ بیان فرمایا ہے جو آج بھی اقوام عالم کیلئے عبرت اور تا قیامت مقام عبرت رہے گا۔اسی طرح سلطنت روما تقریباً 1000 سال قائم رہنے کے باوجود بالآخر زوال پذیر ہوئی قوم مسلم کی تاریخ اٹھا کر دیکھیں جو کہ حکمرانی کے سلسلہ میں سب سے زیادہ عرصہ خطہ زمین پر حکمرانی کرتی رہی علاوہ ازیں ایسی اقوام کی طویل فہرست ہے جنہوں نے عروج کے بعد اپنی بداعمالیوں اور کمزوریوں کے سبب زوال کا مزہ چکھا۔بلاشبہ قوموں اور تہذیبوں کا عروج وزوال ارتقاء وانحطاط اور سماجی تغیر وتبدل تاریخ انسانی کے ہر عہد میں مختلف مسلم وغیر مسلم اہل علم ودانش کی بحث کا سنجیدہ موضوع رہا ہے لیکن اس نظریہ عروج وزوال پر جو نقطہ نظر علامہ اقبالؒ نے پیش کیا ہے اس کی مثال تاریخ عالم میں کہیں نہیں ملتی کیونکہ آپ نے عروج وزوال کی تعبیر قدرت کے فطری اور اٹل قوانین کی روشنی

میں کی ہے اور ان کا عقیدہ یہ ہے کہ اگر قو میں قیادت کے مطلوبہ اوصاف سے متصف ہوں تو انہیں عروج مل سکتا ہے اقبالؒ تن آسانی اور راحت پسندی کو زوال کا سبب بتاتے ہیں:

فطرت کے مقاصد کی کرتا ہے نگہبانی
یا بندۂ صحرائی یا مردِ کوہستانی

مزید علامہ اقبالؒ نے قوموں کے عروج و زوال کی داستان میں فرد کی سیرت و کردار کی تعمیر کو اوّلیت دی ہے اور یہ حقیقت واضح کی ہے کہ فرد کے بغیر تعمیر معاشرہ کا خواب شرمندہ تعبیر نہیں ہوسکتا۔ علامہ اقبالؒ کے نزدیک دنیا میں کسی قوم کے افراد جب تک اپنی ذاتی اصلاح کی طرف توجہ نہ دیں اس وقت تک کسی قوم کی اصلاح نہیں ہوسکتی۔

افراد کے ہاتھوں میں ہے اقوام کی تقدیر
ہر فرد ہے ملت کے مقدر کا ستارہ

دراصل افراد کی جمعیت سے قومیں وجود میں آتی ہیں اور اپنے دینی نظریات کی پاسداری کر کے وہ کامیابی کی منازل کو طے کرتی ہیں اور مقصودِ حیات پا جاتی ہیں۔

ملت اسلامیہ ایک عظیم الشان ماضی اور منفرد تاریخ کی حامل ہے کیونکہ ان کی وابستگی اور فیضان کا منبع کتاب ہدایت اور نبی رحمت ﷺ کی ذات قدسیہ ہے اسلامی تاریخ کا بنظر غور مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ مسلمانوں پر ایک ایسا دور گزرا ہے جب وہ علمی ادبی فکری سماجی و اخلاقی اور تہذیبی و ثقافتی لحاظ سے بام عروج پر تھے لیکن پھر کیا ہوا۔

گنوا دی ہم نے جو اسلاف سے میراث پائی تھی
ثریا سے زمیں پر آسماں نے ہم کو دے مارا

خلافت راشدہ، خلافت عباسیہ، سلطنت اندلس، سلطنت سلجوقیہ اور سلطنت عثمانیہ مسلمانوں کے عروج کی ایسی محیر العقول مثالیں ہیں کہ جب مسلمان علم و حکمت، ایجادات، طرز حکومت معاشرت و آئین سازی، جمہوریت نظم و نسق اور فتوحات کے میدان میں دنیا کو

لیڈ کرر ہے تھے۔لیکن آہستہ آہستہ مسلمان زوال کی طرف بڑھنے لگے۔

وہ فریب خوردہ شاہین جو پلا ہو کرگسوں میں

اسے کیا خبر کہ کیا ہے! رہ ورسم شہبازی

مسلمانوں کا باقاعدہ زوال گیارویں صدی ہجری میں شروع ہوا اور پھر اسلامی عمارت دھڑام سے زمین پر گر گئی جس کی کافی وجوہات تھیں جس میں کمزور سیاسی و دفاعی منصوبہ بندی اخلاقی اقدار کی ناپائیداری سستی و کاہلی ،ترک فرض ،بہت حد تک آمدنی و دولت کی غیر منصفانہ تقسیم، بے جا اختلافات مسلم اُمہ کے زوال کی بنیادی وجوہات ہیں۔

آزاد کا اندیشہ حقیقت سے منور محکوم کا اندیشہ گرفتارِ خرافات

محکوم کو پیروں کی کرامات کا سودا ہے بندۂ آزاد خود اک زندہ کرامات

مسئلہ بڑا غور طلب ہے 57اسلامی ممالک ہیں ہر قسم کے وسائل سے قدرت نے نواز رکھا ہے لیکن ہم پھر بھی غیروں کے تلوے چاٹ رہے ہیں۔آج بھی جو دنیا میں مجموعی طور پر سب سے زیادہ قوم جوتے کھا رہی ہے وہ مسلم قوم ہے جس قوم کو اللہ نے حکمرانی اور صرف حکمرانی کے لئے پیدا فرمایا ہے وہی قوم دنیا میں در،در کی بھکاری ہے۔اور بے بسی کا عالم یہ ہے کہ انتہائی ظلم سہہ کر بھی ہائے تک نہیں کرتے۔ایک اپنے ملک پاکستان کی صورت حال پر ہی ایک نظر ڈال لیں۔دولت کی لوٹ کھسوٹ اور ہوسِ اقتدار میں اندھے لیڈر نہ ملکی سا لمیت کا خیال کرر ہے ہیں نہ ہی افواج پاکستان کی حرمت کا خیال کرر ہے ہیں۔حصولِ اقتدار کے نشہ میں ایک دوسرے کو نیچا دکھانے کی فکر میں حوا کی بیٹیوں کی عزت اچھال رہے ہیں ملک میں افراتفری کی فضاء پیدا کرر کھی ہے جلسے جلوسوں میں عوام کا سکون برباد کرر کھا ہے معاشی صورت حال پہلے ہی دگر گوں ہے مگر مزید اس کو بربادی کی طرف لے جا رہے ہیں۔

فتنہء ملت بیضا ہے امامت اُس کی

جو مسلماں کو سلاطین کا پرستار کرے!

شفا کی خوشبو مکمل صحت کا حصول

(حکیم طارق محمود الحسن خضری)

بہترین صحت کے حامل انسان کا چہرہ کھلا ہوا ہوتا ہے ۔اس کی کمر پتلی اور سیدھی ہوتی ہے ۔دانت سفید اور صاف ہوتے ہیں ۔اس کو بھوک تیز لگتی ہے ۔تمام جسمانی اعضاء تندرست ہوتے ہیں ۔اس کی جلد ملائم ہوتی ہے ۔چہرے پر خشکی نہیں ہوتی ۔اور نہ ہی ہونٹوں پر پپڑی جمی ہوئی ہوتی ہے ۔اس کی آنکھیں چمکیلی نظر تیز ،زبان صاف اور گلابی رنگ کی ہوتی ہے ۔اس کا پیٹ چھاتی سے آگے ابھرا ہوا نہیں ہوتا ۔چھاتی چوڑی ہوتی ہے ۔سر کے بال ملائم ہوتے ہیں ۔اس کے سانس سے کسی قسم کی بو نہیں آتی ۔اس کو گہری نیند آتی ہے ۔نہ تو اس کے منہ سے بو آتی ہے اور نہ ہی اس کا پسینہ بدبودار ہوتا ہے ۔وہ بار بار نہیں تھوکتا ۔اسے قبض بھی نہیں رہتی ۔وہ جب بیدار ہوتا ہے تو اس میں پھرتی اور تازگی پائی جاتی ہے اس کا پیٹ گرم ہوتا ہے اور سر ٹھنڈا ۔اس کا ہاضمہ ہمیشہ ٹھیک رہتا ہے ۔اس میں گرمی سردی برداشت کرنے کی طاقت ہوتی ہے ۔بغیر تھکان محسوس کیے محنت کرسکتا ہے ۔یہ چند اہم نشانیاں بہترین صحت کی پہچان ہیں ۔یاد رکھیے بہترین صحت ہی زندگی کے تمام راستوں کا سرچشمہ ہے ۔

آپ اپنا موازنہ مندرجہ بالا بیان کی گئی نشانیوں سے کریں اور دیکھیں کہ آپ کی صحت کا معیار درست ہے یا نہیں ۔اگر آپ کی صحت جاذب نظر اور پرکشش ہے تو اس کو برقرار رکھنے کے لیے خوب توجہ دیں ۔اگر آپ کی صحت کا معیار گر رہا ہے یا صحت دن بدن گرتی جا رہی ہے تو اس وقت آپ کو ایک ماہر معالج کی ضرورت ہے ۔آپ کا معالج جو غذا اور پرہیز تجویز کرے اس پر سختی سے عمل پیرا ہوں تاکہ آپ جلد از جلد صحت یاب ہوسکیں ۔اس کے علاوہ

آپ درج ذیل باتوں پر عمل کر کے بھی اپنی صحت کی حفاظت کر سکتے ہیں۔

☆...... روزانہ صبح کی سیر کو اپنا معمول بنالیں اور ہلکی پھلکی ورزش بھی کریں۔

☆...... ہر روز صبح تازہ پانی سے غسل کریں۔

☆...... دانتوں کی صفائی کا خاص خیال رکھا کریں۔ جس طرح آپ اپنے کپڑوں کا خیال رکھتے ہیں۔ میلے کپڑے تبدیل کر لیتے ہیں، صاف ستھرے کپڑے پہن لیتے ہیں، اسی طرح اپنے دانتوں کی روزانہ صفائی کیا کریں۔

☆...... شام کا کھانا سورج غروب ہونے سے پہلے کھائیں۔ دیر سے کھایا ہوا کھانا جلدی ہضم نہیں ہوتا اور جب آپ سوتے ہیں تو معدہ پر ایک گرانی کیفیت رہتی ہے۔ معدہ پر بوجھ ہونے کی وجہ سے تعفن اور بدبو پیدا ہو کر امراض جنم لیتے ہیں۔

☆...... رات کا کھانا ہضم ہونے کے بعد حق زوجیت ادا کریں، ورنہ کئی امراض جنم لیتے ہیں

☆...... سونے سے پہلے ہاتھ منہ اور پاؤں دھو کر سوئیں۔ ایسا کرنے سے نیند خوب آتی ہے

☆...... ہر بار کھانے سے ایک گھنٹہ پہلے کم از کم ایک گلاس پانی پی لیا کریں اگر اس میں تھوڑا سا لیموں ملا لیا کریں تو بہتر ہے۔

☆...... کھانے کے دوران پانی نہ پئیں بلکہ کھانا کھا لینے کے ایک گھنٹہ بعد پانی پئیں۔ اگر درمیان میں ضرورت پڑ جائے تو صرف اتنا پانی پئیں جس سے قوام بن جائے۔

☆...... ہفتہ میں ایک بار سرسوں کے تیل کی مالش ضرور کرنی چاہیے۔

☆...... ہر وقت دھوپ کا چشمہ نہ لگائیں۔ اس سے آنکھوں میں تیز روشنی برداشت کرنے کی قوت ختم ہو جاتی ہے۔

☆...... جن لوگوں کو شوگر کا مرض ہو، انہیں چاہیے کہ صبح و شام لمبی دوڑ لگائیں۔ یا کم از کم

دو تین میل پیدل سیر کریں۔

☆...... بیماریوں کو صرف علاج ہی سے دور نہیں کیا جا سکتا بلکہ پرہیز اور پرہیزی غذا استعمال کرنے سے بیماری آپ کا پیچھا چھوڑ دے گی۔ پرہیزی غذا ہلکی پھلکی ، زود ہضم ہوتی ہے۔جسم کو توانائی فراہم کرتی ہے۔

بیماریاں اورمفید غذائیں: بخار کے دوران تلی اشیاء اور غذائیں ، بھاری کھانے ، مٹھائی کھانا نقصان دہ ہے۔

☆...... پھوڑے پھنسیاں، خارش نکل آئیں تو تیل اور چکنائی والی چیزیں استعمال نہ کریں ،چائے ہرگزاستعمال نہ کریں۔

☆...... آنکھوں کی بینائی کمزور ہو تو بناسپتی گھی کا استعمال نقصان پہنچاتا ہے۔

☆...... ذیابطیس یعنی شوگر کے مرض میں میٹھی چیزیں جیسا کہ گڑ،چینی اور کیلے کھانا نقصان دہ ثابت ہوتا ہے۔

☆...... تیز ابیت ہو تو اچار نہ کھائیں۔

☆...... فالج اور لقوہ میں میٹھا کھانے سے نقصان ہوتا ہے۔

☆...... جگر خراب ہو تو چینی ،گھی ، بسکٹ انتہائی نقصان دہ ہے۔چکنائی اور تیل کی بنی چیزیں استعمال نہ کریں ۔السر معدہ کی صورت میں نارنگی، لیموں اور ترش پھل کے قریب بھی نہ جائیں۔

☆...... زخم ہوں تو نمک کا استعمال کم کر دینا چاہیے۔

☆...... ہائی بلڈ پریشر کے مریض نمک استعمال نہ کریں۔

☆...... ریاح رہتی ہو تو ٹھنڈی چیزیں استعمال کرنے سے نقصان پہنچتا ہے۔

قومی تعمیر نو کے کاموں کیلئے روحانی قوت کی ضرورت

(محمد موسیٰ بھٹو)

تعمیر معاشرے کے بہت سارے کام ہیں جو ہماری توجہ کے محتاج ہیں اور جو ہمیں کرنے ہیں، مثلاً صحیح خطوط پر ذہن سازی کا کام ہے، یا محلّہ کی بنیاد پر محلّہ کے حساس افراد کو جمع کر کے، ان کے تعاون سے محلّہ کے محتاج، بے بس اور غریب افراد کی مالی معاونت کا کام ہے، یا غلط الزامات میں جو ہزاروں افراد جیلوں میں قید ہیں، ان کی اور ان کے پسماندگان کی مدد کا کام ہے، غریب افراد کے بچوں کی تعلیم کا کام ہے کہ اسکولوں کی فیس کی رقم نہ ہونے کی وجہ سے وہ تعلیم سے محروم رہ جاتے ہیں، اس طرح کے قومی تعمیر نو کے بہت سارے کام ہیں، جو ہمیں کرنے چاہیے، لیکن احساس ہونے کے باوجود یہ کام اگر نہیں ہوتے یا ہم ان کاموں کو سرانجام دینے کی ہمت و حوصلہ سے محروم ہیں تو اس کا بنیادی سبب یہ ہے کہ ہم میں روحانی صلاحیت اور روحانی طاقت موجود نہیں ہے، فرد میں ہمت و حوصلہ اور تعمیر نو کے کرنے کا جذبہ روحانی طاقت ہی سے پیدا ہوتا ہے، نہ کہ محض علم اور معمولی نوعیت کے احساس سے۔

قومی تعمیر نو کے کاموں سے پہلے سب سے زیادہ اپنی شخصیت کی پاکیزہ بنیادوں پر تعمیر اور نشو و نما کا کام ہے، جب روح قوی ہو جاتی ہے تو وہ شخصیت کو سماجی اور اجتماعی بہتری کے کاموں کیلئے اُکسانے پر آمادہ کرتی ہے، روح کے قوی ہونے سے اس طرح کے کاموں کیلئے اخلاص للّٰھیت اور بے نفسی بھی آجاتی ہے، بہتر سے بہتر اور نئی سے نئی تدابیر بھی سامنے آتی ہیں، ساتھ ساتھ اللہ کی مدد و نصرت بھی۔

اب سوال یہ ہے کہ روحانی طاقت کیسے پیدا ہو؟ روحانی طاقت کیلئے خود شناسی و

خدا شناسی کی ضرورت ہے، جو اللہ کے ذاتی اور صفاتی ناموں کے تکرار اور روحانی نوعیت کی مشقوں سے پیدا ہوگی، ہمیں سب سے پہلے اس کام کو اہمیت دینا ہوگی، دوسری صورت میں ہم قومی تعمیر کے نام سے باتوں اور گفتگو سے آگے نہ بڑھ سکیں گے۔

اس وقت انسانیت کا سب سے بڑا مسئلہ باطنی نوعیت کی برائیاں ہیں، جس میں ہم سمیت پوری انسانیت جکڑ چکی ہے، قوموں اور معاشروں میں موجود فساد کا اصل سبب یہی باطنی نوعیت کی بیماریاں ہیں، ان بیماریوں میں حاسدانہ جذبات و حاسدانہ کاروائیاں بھی شامل ہیں تو تکبر، انانیت، بڑے پن اور فوقیت کے احساسات و جذبات بھی، ان بیماریوں دنیا سے فریفتگی کی حد تک محبت کے میلانات اور رجحانات بھی شامل ہیں تو شہرت، خودنمائی اور ریاء کے جذبات بھی۔ ہر انسان کی آزمائش کی خاطر اس کے نفس کی ساخت میں برائیوں کے یہ طاقتور جذبات رکھ دیئے گئے ہیں، آزمائش کی خاطر اس کے نفس کی ساخت میں طاقتور جذبات رکھ دیئے گئے ہیں، آزمائش یہ ہے کہ فرد ان جذبات کو پامال کر کے نفس کو مہذب اور پاکیزہ بنانے میں کامیاب رہتا ہے یا نا کام۔

انسان کے ان جذبات کی حیثیت سمندر کی گہرائیوں کی سی ہے جس میں بہت ساری مخلوق رہتی ہے، جس میں مگرمچھ بھی شامل ہیں یا وسیع تر جنگل کی سی ہے، جس میں ہر طرح کے درندے رہتے ہیں، نفس کی وسیع دنیا میں بھی خونخوار درندے رہتے ہیں، جو اپنے جیسے انسانوں کیلئے سم قاتل ہیں، اس وقت سرمایہ دار ہو یا مالدار یا بڑے بڑے منصب پر فائز افراد، وہ مقامی سطح سے لیکر عالمی سطح تک اپنے جیسے انسانوں کے ساتھ جو سلوک اختیار کر رہے ہیں، یا بھوک کی وجہ سے لوگوں کو خودکشی کرنے پر مجبور کر رہے ہیں، یہ اس بات کی واضح شہادت ہے کہ حب مال اور حب جاہ جیسی بیماریاں انسانیت کیلئے سم قاتل ہیں۔

ضرورت ہے کہ ان بیماریوں سے نجات حاصل کرنے اور نفس کی وسیع دنیا کے اندر موجود درندوں سے نفس کے جنگل کو صاف کر کے، نفس کو نفس مطمئنہ بنانے کے کام کو سارے کاموں پر ترجیح دی جائے، اسی سے انسانیت کی فلاح اور نجات وابستہ ہے۔

قومی تعمیر کے سارے کاموں کا تعلق نفس کو پاکیزہ اور مہذب بنانے سے ہے، اس کے بغیر قومی تعمیر کے کاموں میں خیر و برکت ہو، ملت کی حقیقی تعمیر کا کام ہو، افراد قوم کو سکون کی نعمت عظمیٰ حاصل ہو، افراد معاشرہ کے باہمی تعلقات میں محبت اور خوشگواری کا عنصر شامل ہو، اہل سیاست، اہل تجارت اور قومی زندگی کے سارے طبقات میں خیر سگالی کی فضاء موجود ہو، ممکن نہیں۔

نفس کو مہذب بنانے کے کام کی اتنی فیصلہ کن اہمیت کے باوجود یہ کتنا بڑا المیہ ہے کہ ہمارا پورا نظام تعلیم تزکیہ نفس اور نفس کے اندر موجود قوتوں پر نہ تو بحث کرتا ہے اور نہ ہی نفس کے سدھارنے اور اس کی اصلاح کے سلسلہ میں کوئی کردار ادا کرتا ہے، ہماری سیاست کا بھی یہی حال ہے، جو سیاست قوم پر اثر انداز ہوتی ہے، وہ خود نفسانیت اور اناؤں کے ٹکراؤ سے دوچار ہیں، ہماری صحافت اور الیکٹرانک میڈیا تو نفسی قوتوں کو طاقتور بنانے کا کردار ادا کرتی ہے۔ان حالات میں قوم کی اصلاح ہو تو کیسے ہو، معاشرے میں موجود بڑھتے ہوئے فساد کی روک تھام ہو تو کیسے ہو؟

ضرورت اس امر کی ہے کہ سیاست، صحافت اور الیکٹرانک میڈیا سے وابستہ افراد اپنی روش پر نظر ثانی کریں اور قوم و ملت کی حالت زار پر رحم کھاتے ہوئے سیاست، صحافت اور الیکٹرانک میڈیا کو قومی تعمیر کے حقیقی مقصد کیلئے استعمال کریں ، یہ کام ایسا ہے جو ان کی منصبی ذمہ داری سے تعلق رکھتا ہے۔

من کی آلودگی

(اشفاق احمد)

آج سے چند روز بیشتر ہم Pollution کی بات کر رہے تھے اور ہمارا کہنا تھا کہ ساری دنیا آلودگی میں مستغرق ہے اور یہ آلودگی نہ صرف انسانی زندگی بلکہ شجر و حجر اور حیوانات کو بھی کھائے چلی جا رہی ہے۔ اس کے دور رس نقصانات ہیں اور اس کے خاتمے کی طرف خصوصی توجہ دی جانی چاہئے۔

جب ہم اس گفتگو میں بحیثیت ایک قاری یا ناظر کے شریک تھے تو مجھے خیال آیا کہ انسانی زندگی میں دو متوازی لہریں ایک ساتھ چلتی ہیں۔ ایک تو ہماری اپنی زندگی ہوتی ہے اور ایک زندگی کا نامعلوم حصہ ہوتا ہے۔ اس حصے کو ہم کو جانتے نہیں ہیں لیکن محسوس ضرور کرتے ہیں یہ حصہ ہماری زندگی کی اس لہر کے بالکل ساتھ ساتھ چل رہا ہوتا ہے جو اس دنیا سے تعلق رکھتی ہے۔ اس وقت مجھے اپنے ان بابوں کا خیال آیا جن کا میں اکثر ذکر کرتا رہتا ہوں کہ وہ بابے Pollution کے بارے میں خاصے محتاط ہوتے ہیں اور انہیں اس بات کی بڑی فکر رہتی ہے کہ کسی بھی صورت میں آلودگی نہ ہونے پائے اور وہ اس حوالے سے خاص اہتمام کرتے ہیں ۔یہ International Pollution Campaign سے پہلے کی بات ہے جب ڈیروں پر ایک ایسا وقت بھی آتا تھا کہ ڈیرے کا بابا اور اس کے خلیفے آلودگی کے خلاف اپنے آپ کو باقاعدہ اور بطورِ خاص اہتمام میں مصروف رکھتے اور آنے جانے والوں کو اس آلودگی کی بابت آگاہ کرتے تھے جو انسان کی اندرونی زندگی سے تعلق رکھتی ہے۔ ان بابوں کا باہر کی Pollution سے زیادہ تعلق نہیں ہوتا۔ ان بابوں کا خیال ہے کہ جب تک انسان کے اندر کی

آلودگی دور نہیں ہوگی باہر کی آلودگی سے چھٹکارہ حاصل کرنا مشکل ہے۔جب تک انسان کے اندر کی معیشت ٹھیک نہیں ہوگی چاہے باہر سے جتنے بھی قرضے لیتے رہیں باہر کی معاشی حالت درست نہیں ہوسکتی۔اس لئے اندر کی طرف زیادہ توجہ دینی چاہیئے۔ان بابوں کا یہ خیال تھا جو بڑا جائز خیال تھا کہ ہماری بہت سی بیماریاں ہماری اندرونی آلودگی سے پیدا ہوتی ہیں۔وہ کہا کرتے تھے کہ دل کے قریب ایک بہت بڑا طاقچہ ہے اوراس طاقچے کے اندر بہت گہرے گہرے دراز ہیں۔ان درازوں کونکال کراوندھا کر کے صاف کرنے کی ضرورت ہے کیونکہ ان میں عرصہ دراز سے جالے لگے ہوئے ہیں۔تو کہیں چوہے کی مینگنیں پڑی ہیں اور طرح طرح کی خرابیاں پیدا ہوچکی ہیں۔آپ لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ آپ کے دل کے والو(Volve) بند ہورہے ہیں اور ظاہر کی زندگی میں یہی تصور ابھرتا ہے۔دل کی نالیاں بند ہوجانے کی وجہ یہی ہوتی ہے کہ اس کے اردگرد آلودگی جمع ہوچکی ہوتی ہے اور وہ خطرناک حد تک جمع ہوجاتی ہے اورانسان کواس کا پتہ ہی نہیں چلتا۔انسان خود کو چنگا بھلا ٹھیک ٹھاک خیال کرتا ہے لیکن دل کے قریب آلودگی بڑھتی چلی جاتی ہے۔

خواتین وحضرات! دل کی آلودگی جاننے کے لئے تو ایک اورطرح سے جھانکنے کی ضرورت ہوتی ہے۔وہاں نگاہ ڈالنے کے لئے ایک اورزاویہ نظر سے دیکھنے کی ضرورت ہوتی ہے۔ان بابوں کا خیال ہے کہ نفرت کی وجہ سے ہیپاٹائٹس بھی پھیلتی ہے۔اس بیماری کا سبب شدید نفرت ہے۔پہلے یہ بیماری اتنی نہیں تھی۔ایک وہ زمانہ تھا جب پاکستان نیا نیا بنا تھا اورہم اس وقت نوجوان تھے۔ہم تب خوشی کے ساتھ گھومتے پھرتے تھے اور جب ہمیں کوئی کار بڑی خوبصورت لگتی تو اس کو ہاتھ لگاتے تھے اور بڑے خوش ہوتے تھے۔ہم نے مال روڈ پر کتنی ہی خوبصورت کاروں کو ہاتھ لگایا۔ہمیں تب یہ بھی معلوم نہ تھا کہ Jealouse بھی ہوا جاتا ہے۔اب برداشت نہیں ہوتا۔اب یہ کیفیت ہے کہ اب والد بیٹے سے اور بیٹا والد سے حسد کرتا

ہے۔رستم سہراب کی طاقت شہرت اوراس کی ناموری سے حاسد ہوتا تھااور دونوں کا آپس میں ٹکراؤ بھی ہوتا تھااور سہراب اپنے سگے بیٹے رستم کوقتل بھی کرتا ہے۔آدمی کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ اس کی شدید نفرت خود اسے ہی کھائے جارہی ہوتی ہے۔کواس نے اپنے اوپر عجیب طرح کا خول بد نیتی سے نہیں چڑھایا ہوتا ہے بلکہ معاشرتی تقاضوں کی بدولت ہی ایک خول اس پر چڑھ جاتا ہے۔بہت بڑے آرٹسٹ خدا بخشے زوبی ہوتے تھے ان سے ایک دفعہ ایک بلوچ جاگیردار نے تصویر بنوائی۔جب ان جاگیردار کی خدمت میں وہ تصویر پیش کی گئی تو انہوں نے کہا کہ اس میں تو میری شکل ہی نہیں ملتی۔یہ تصویر میری لگتی ہی نہیں ہے۔وہاں ان کے جو پندرہ بیس حواری بیٹھے ہوئے تھے انہوں نے بھی کہا کہ جی سائیں یہ شکل تو آپ سے ملتی ہی نہیں ہے۔اب وہ آرٹسٹ بڑے شرمندہ ہوئے اور ان کی طبیعت پر بڑا بوجھ پڑا۔وہ تصویر واپس لے آئے۔کراچی میں ان دنوں ان کے فن پاروں کی نمائش ہوئی تو انہوں نے اس نمائش میں اسی تصویر کے نیچے جاگیردار کا نام مٹا کر چور لکھ دیا۔اب ان صاحب کو بھی اس بات کی خبر پہنچی وہ اپنا موزر یا تلوار لے کر وہاں بھاگے اور انہوں نے بھی آ کر وہ تصویر دیکھی جس کے نیچے چور لکھا ہوا تھا۔وہ پھر سخت لہجے میں آرٹسٹ سے گویا ہوئے اور کہا کہ تمہیں ایسی حرکت کرنے کی جرات کیسے ہوئی۔آرٹسٹ نے کہا کہ یہ آپ کی تصویر نہیں ہے اور آپ نے خود ہی کہا تھا کہ میری اس تصویر سے شکل نہیں ملتی اور آپ کے حواریوں نے بھی یہی کہا تھا کہ حضور یہ آپ کی تصویر نہیں ہے آپ نہ میرے اوپر کوئی کلیم کر سکتے ہیں اور نہ ہی کوئی مقدمہ کر سکتے ہیں جاگیردار صاحب کہنے لگے کہ پکڑو پیسے اور یہ تصویر میرے حوالے کرو اور 32 ہزار روپے دے کر بغل میں اپنی تصویر مار کر چلے گئے۔

خواتین وحضرات!انسان کو پتہ ہی نہیں چلتا کہ وہ چور ہے یا سعد ہے۔نیک ہے یا بد ہے۔وہ چاہے جتنی بھی کوشش کرے اس پر اپنی اصلیت ظاہر نہیں ہوتی کیونکہ اس کے پاس

مراقبے کا کوئی ذریعہ نہیں ہوتا۔اپنے آپ کو Face کرنے کے بعد ہی خوبیاں خامیاں عیاں ہوں گی اور انسان اپنی خرابیاں دور کر سکے گا۔جب آپ کو پتہ چلتا ہے کہ میرے چہرے پر ایک پھنسی ہوگئی ہے تو وہ آپ کو ڈسٹرب کرتی ہے لیکن جب وجود کے اندر رُوح کے اندر کوئی بیماری آجاتی ہے تو پھر اس کا علم نہیں ہوتا۔ہماری آپا صالح کہا کرتی تھیں (خدا بخشے انہیں) کہ اشفاق اللہ نے یہ جو کائنات بنائی ہے اس میں ہر طرح کے انسان ہیں۔جھوٹے' بے ایمان' دغاباز' سچے' چور' معصوم' نیک بھولے صوفی درویش مکار ہر طرح کے انسان پائے جاتے ہیں اور پھر وہ لمبی فہرست گنوا کر کہتیں کہ خدا کا شکر ہے کہ ان تمام انسانوں میں سے نہیں ہوں خواتین و حضرات انہیں یہ پتہ ہی نہیں چلتا تھا کہ انہوں نے جتنی قسمیں گنوائی ہیں وہ ان میں سے باہر جا ہی نہیں سکتیں۔ہمارے بابے ایک بات پر بڑا زور دیا کرتے تھے۔ان کا فرمان تھا کہ آپ نے دل کے دراز کے مختلف کونوں میں جو گلدستے پھینکے ہوئے ہیں' جو عقیدت کے گلدستے ہیں انہیں نکال کر باہر پھینکو کیونکہ ان کی بدبو بڑی شدید ہوتی ہے۔آپ لوگوں کو پتہ ہے کہ جب گلدستہ پانی میں کافی دیر تک پڑا رہے تو پھر اس کے اندر سے بدبو پیدا ہو جاتی ہے اور وہ بدبو سنبھالی نہیں جاتی ہے۔بابے کہتے تھے کہ ان بوسیدہ گلدستوں کو نکال کے پھینکنا بہت ضروری ہے۔اب ہم ان سے جھگڑا کرتے کہ باباجی عقیدت کے گلدستوں کو کیسے اور کیونکر دل سے باہر نکال پھینکا جائے۔انہوں نے کہا کہ دیکھو جن گلدستوں کو تروتازہ رکھنا چاہیے تھا وہ آپ کے وجود کے اندر پڑے ہوئے تروتازہ نہیں رہے ہیں اور پڑے پڑے بدبودار ہوگئے ہیں۔وہ اس قدر بدبودار ہوگئے ہیں لیکن زیادہ دیر پڑے رہنے کے باعث آپ کو ان گلدستوں یا بدبو سے محبت اور عقیدت ہوگئی ہے اور آپ انہیں باہر نہیں پھینکتے ہیں۔جوں جوں آپ کی بیرونی زندگی میں Mouth Washes بنتے جائیں گے اور غرارے کرنے کی جتنی بھی دوائیں بنتی جائیں گی یہ اندر کی بدبو کو ختم نہیں کرسکتیں۔اب کئی ملٹی نیشنل کمپنیاں منہ

میں خوشبو پیدا کرنے کے لیے ادویات بنا کر ہمیں دے رہی ہیں اور کروڑوں روپے اکٹھے کر رہی ہیں لیکن ان ادویات کے استعمال کے باوجود اندر سے بدبو کے ایسے ''بھبکے'' اور ''بھبھاکے'' نکلتے ہیں کہ یہ چیزیں اسے کنٹرول ہی نہیں کر سکتیں۔ حالانکہ خدا نے انسانی جسم بہترین ساخت پر بنایا ہے۔ یہ نہا دھو کر صاف ہو کر اچھا ہو جاتا ہے لیکن اب اندر کی بدبو نہیں جاتی۔ ہم بابا جی سے پوچھتے کہ جناب یہ کس قسم کی عقیدت کا گلدستہ ہے۔ فرمانے لگے کہ مثال کے طور پر تم نے ایک گلدستہ بڑا سجایا ہوا تھا۔ اور اس گلدستے کا نام ''مسلمان آپس میں بھائی بھائی ہیں'' رکھا ہوا تھا۔ اب وہ گل سڑ گیا ہے' آپ نے اس بات کو تسلیم نہیں کیا کہ مسلمان بھائی بھائی ہیں۔ بلکہ اسے صرف دکھانے کے لیے گلدستے کے طور پر رکھا تھا اور اسے ایسے ہی رکھ کر گلنے سڑنے دیا ہے۔ آپ نے ایک گلدستہ ''لوگوں کے ساتھ اچھی بات کرو'' بھی رکھا تھا۔ اب وہ بھی پڑا پڑا بدبودار ہو گیا ہے۔ آپ نے عدل و انصاف کے گلدستے کو بھی خراب کر دیا ہے۔ بابا جی کہا کرتے تھے کہ عقیدت کا جو گلدستہ سب سے زیادہ خراب ہوا ہے وہ بے انصافی ہے۔ انسان نے عدل سے منہ موڑ لیا ہے حالانکہ انسان اور خاص کر مسلمانوں کے سارے نظام کی عدل پر بنیاد ہے۔ ہمیں ہر جگہ عدل کا حکم ہے۔ آپ کسی کی شکل سے نفرت کرتے ہوئے کسی کو انصاف کی فراہمی روکنے کے مجاز نہیں ہیں۔ اسلام کہتا ہے کہ تم کسی سے محبت نہ کرو۔ اس پر کوئی مواخذہ نہیں لیکن بے انصافی اور عدل نہ کرنے پر مواخذہ لازم ہے۔ ان گلدستوں کو تر و تازہ کرنے کے لیے باقاعدہ ایک عمل کرنا پڑتا تھا اور بابا جی کے پاس بہت دیر تک رہنا پڑتا تھا۔ کچھ راتیں بسر کرنا پڑتی تھیں۔ کچھ ایسے محلول بھی پینے پڑتے تھے۔ آپ کو بتاؤں کہ گاؤ زبان اور ایک الائچی اس وقت کھانے کو دی جاتی جب نماز تہجد کا وقت شروع ہوتا اور اس کا ایک مفرح قسم کا قہوہ پینے کو ملتا۔ ہمیں ڈیرے پر ایک خوشبودار دوا اسطخدوس کی چائے پلائی جاتی۔ اس کو دماغ کے جالے صاف کرنے والی دوا کہا جاتا تھا۔ سیانوں کا

کہنا ہے کہ میوزک کی دُھن بنانا سب سے مشکل کام ہے۔اس میں سب سے مشکل بات یہ ہے کہ یہ ہمارے ہاں لکھا بھی نہیں جاتا۔ میں ایک چھوٹے درجے کا رائٹر ہوں جو بھی لکھتا ہوں پڑھ سکتا ہوں اور اسے بار بار پڑھ سکتا ہوں لیکن دُھن بنانے والا میری طرح پچھلی دُھن کو کاغذ اٹھا کر نہیں دیکھ سکتا ہے۔اس کے ذہن میں یہ بات ذہنی ضروری ہوتی ہے کہ وہ کہاں سے چلا تھا اور اسے پہلی دُھن کو دوسری تیسری یا آخری کے ساتھ کس طرح سے جوڑنا ہے۔
ویسے تو اللہ نے آپ کو بہت اچھا اور خوبصورت ذہن دیا ہے۔اس میں آلودگی نہیں ہے لیکن اگر آپ کا دل چاہے کہ آپ اندر کی صفائی کریں اور اس عمل میں سے گزریں تو آپ کو ایک بہت بڑی مشکل پیش آئے گی اور آپ کو لگے گا کہ صفائی ہو رہی ہے لیکن ایسا نہیں ہو رہا ہوگا بلکہ صفائی کے عمل میں ذرا سی کوتاہی سے اس میں اور آلودگی شامل ہو جائے گی۔انسانی زندگی میں عجیب عجیب طرح کی کمزوریاں آتی ہیں اور آدمی ان میں پھنسا رہتا ہے اور جب وہ اپنی اندرونی طہارت چاہتا بھی ہے اور پاکیزگی کا آرزومند بھی ہوتا ہے تو بھی اس سے کوئی نہ کوئی ایسی کوتاہی سرزد ہو جاتی ہے کہ وہ بجائے صفائی کے مزید زنگ آلود ہو جاتا ہے۔ میں یہ سمجھتا ہوں اور یہ میرا پیغام All Over the World کے لیے ہے کہ جب تک اندر کی صفائی نہیں ہوگی اس وقت تک باہر کی آلودگی دور نہیں ہو سکتی ہے۔آپ روز شکایت کرتے ہیں اور آپ آئے روز Letter to the Editor لکھتے ہیں کہ جی دیکھیں ہمارے گھر کے آگے گندگی پڑی ہوئی ہے یا ہمارے محلے میں گندگی ہے اور دل سے یہ آپ کی آرزو نہیں ہوتی کہ صفائی ہو۔آپ نے اپنے اندر ابھی تک یہ طے ہی نہیں کیا کہ آپ نے اب صفائی کرنی ہے۔ یہ بات اس وقت طے ہوگی جب آپ کو پاکیزگی اور صفائی سے محبت ہوگی اور آپ نقلی خوشبوؤں کے سہارے زندگی بسر کرنے کی بجائے اندر کی آلودگی ختم کرنے کا سوچیں۔ آپ نے بہت سنا ہوگا کہ پاکیزہ لوگوں کے بدن کی خوشبو ایسی مفرح اور مسحور کن ہوتی ہے کہ

ان کے قریب بیٹھنے سے بہت ساری آلودگیاں دور ہو جاتی ہیں چا ہے انہوں نے کوئی خوشبو' عطر نہ لگایا ہو۔ آپ بابوں کا طریقہ کار اختیار کریں یا نہ کریں یہ آپ کی اپنی مرضی ہے لیکن انہوں نے روح کی صفائی کے لیے جو ترکیبیں بنائی ہوئی ہیں ان کو آپ اپنا سکتے ہیں اور ان کو اپنائے جانے کے بعد لوگوں کو بڑی آسانیاں عطا کی جا سکتی ہیں اور پی ٹی وی کی طرف سے ہر ہفتے ایک ہی دعا ہوتی ہے کہ اللہ آپ کو آسانیاں عطا فرمائے اور آسانیاں تقسیم کرنے کا شرف عطا فرمائے۔ اللہ حافظ۔

دعائے مغفرت

ملتان سے محمد قاسم کے ماموں

گکھڑ سے فیصل ظفر کی والدہ

ڈسکہ سے جمشید اکرام کے والد محمد اکرام

بقضائے الٰہی وفات پا گئے ہیں (اِنَّا لِلّٰهِ وَاِنَّـا اِلَيْهِ رَاجِعونَ)

مرحومین کی مغفرت اور بلندی درجات کیلئے دعا فرمائیں۔

بانی سلسلہ عالیہ توحیدیہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کی شہرہ آفاق تصانیف

کتاب ہذا بانی سلسلہ خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ کے خطبات پر مشتمل ہے۔ جو آپ نے سالانہ اجتماعات پر ارشاد فرمائے اسمیں درج ذیل خصوصی مسائل پر روشنی ڈالی گئی۔ سلوک وتصوف میں ذاتی تجربات، مرشد کی تلاش کے دس سالہ دور کا حال۔ زوال اُمت میں اُمراء ،علماء، صوفیاء کا کردار۔ علماء اور صوفیاء کے طریق اصلاح کا فرق۔ تصوف خفتہ اور بیدار کے اثرات اور تصوّف کے انسانی زندگی پر اثرات۔ سلسلہ عالیہ توحیدیہ کے قیام سے فقیری کی راہ کیونکر آسان ہوئی۔
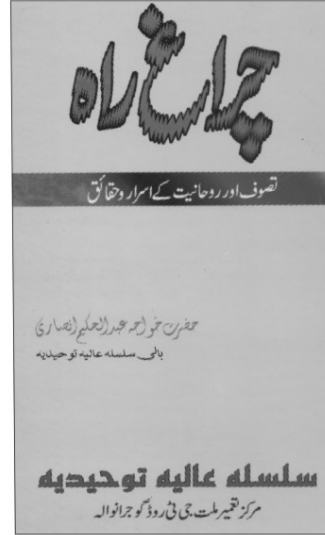
وحدت الوجود کے موضوع پر یہ مختصر سی کتاب نہایت ہی اہم دستاویز ہے۔ مصنّفؒ نے وحدت الوجود کی کیفیت اور روحانی مشاہدات کو عام فہم دلائل کی روشنی میں آسان زبان میں بیان کردیا ہے۔ آپ نے جن دیگر موضوعات پر روشنی ڈالی ہے وہ یہ ہیں:۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ کا نظریہ وحدت الشہود، انسان کی بقاء اور ترقی کیلئے دین کی اہمیت اور ناگزیریت، بنیادی سوال جس نے نظریۂ وحدت الوجود کو جنم دیا اور روحانی سلوک کے دوران بزرگان عظّام کو ہو جانے والی غلط فہمیاں۔
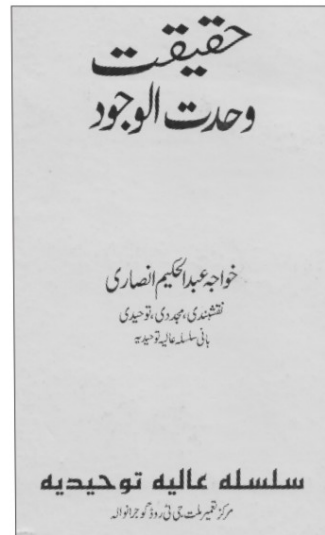
سلسلہ توحیدیہ کی مطبوعات

قرونِ اولیٰ میں مسلمانوں کی بے مثال ترقی اور موجودہ دور میں زوال وانحطاط کی وجوہات، اسلامی تصوّف کیا ہے؟ سلوک طے کرنے کا عملی طریقہ، سلوک کا ماحصل اور سلوک کے ادوار، ایمان محکم کس طرح پیدا ہوتا ہے؟ عالم روحانی کی تشریح، جنت، دوزخ کا محل وقوع اور ان کے طبقات کی تعداد، انسانی روح کی حقیقت کیا ہے؟ روح کا دنیا میں آنا اور واپسی کا سفر، اسلامی عبادات، معاملات، اور اخلاق وآداب کے اسرار ورموز اور نفسیاتی اثرات، امت مسلمہ کے لئے اپنے کھوئے ہوئے مقام کے حصول کیلئے واضح لائحہ عمل۔

یہ کتاب سلسلہ عالیہ توحیدیہ کا آئین ہے۔ اس میں سلسلے کی تنظیم اور عملی سلوک کے طریقے تفصیل کے ساتھ بیان کئے گئے ہیں۔ جو لوگ سلسلہ میں شامل ہونا چاہتے ہیں انہیں یہ کتاب ضرور پڑھنی چاہیے۔ حضرت خواجہ عبدالحکیم انصاریؒ نے تصوف کی تاریخ میں پہلی مرتبہ فقیری کا مکمل نصاب اس چھوٹی سی کتاب میں قلم بند کردیا ہے۔ اس میں وہ تمام اوراد، اذکار اور اعمال واشغال تفصیل کے ساتھ تحریر کردیئے ہیں جس پر عمل کرکے ایک سالک اللہ تعالیٰ کی محبت، حضوری، لقاء اور معرفت حاصل کرسکتا ہے۔

Reg: CPL - 01
Website www.tauheediyah.com